

وحشتِ آوارگی از قلم عینا بیگ

قسط 22 تالاسٹ

"میں باپ ہوں اس کا! میرا اعتبار تھا اس پر مگر اس نے توڑ دیا" وہ صدمے سے دوچار ہوئے۔
نفیسہ بیگم آنکھ پھاڑے معاملے کو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھیں۔

"آپ نے اس رمشا کی بات پر اعتبار کیا؟ جو شانزہ کو راستے سے ہٹانا چاہتی تھی تاکہ وہ عدیل سے شادی کر سکے اس نے حقارت سے رمشا کو دیکھا جس کی رنگت اب پیلی پڑ رہی تھی۔ ناصر صاحب نے رمشا کو حیرت اور نے یقینی سے دیکھا۔

"ایسا نہیں ہے" رمشا اپنی صفائی میں بولی۔
<https://www.classicurdumaterial.com/>

"خدا کی قسم کھاؤ اور کہو کہ میں جھوٹ کہہ رہی ہوں؟" فاطمہ نے اس کے تاثرات جانچے۔
<https://www.facebook.com/ClassicUrdumaterial/>

"کہو اب خاموش کیوں ہو؟" وہ زور سے چیخی۔

"کہو کہ تم شانزہ کو راستے سے ہٹانا نہیں چاہ رہی تھی؟ تم سب جانتی تھی۔۔۔! تم جانتی تھی کہ امان شانزہ کو بلیک میل کر رہا تھا مگر تم نے نہیں بتایا! تم نے شانزہ کی کمزوری کو اپنی طاقت بنالیا۔ تم نے اسے گندا کر دیا گھر والوں کی نظروں میں۔۔۔ شانزہ کا ساتھ دینے کے بجائے ہمیشہ کی طرح تم نے اسے کھائی میں پھینکا ہے مگر دیکھ لو آج تم خود کنویں میں گر گئی۔۔۔ کچھ یاد ہے چلو؟ یاد کریں جس دن شانزہ کو امان کے ساتھ کالج کے باہر دیکھا تھا

آپ نے، اس دن رمشا ساتھ تھی آپ کے؟ کیسے؟ یہ بات تو آپ جانتے ہیں نا اسے شانزہ میں کوئی دلچسپی نہیں؟ وہ کیوں گئی تھی اسپیشلی اسے لینے! کیونکہ وہ ایک ایک بات سے باخبر تھی۔" عدیل ساکت ہوا۔ دیوار پکڑتا ہوا نیچے بیٹھتا چلا گی۔ ان باتوں کو ہضم کرنا کتنا مشکل تھا۔

"تم جھوٹ مت بولو فاطمہ" رمشا چیخی۔

"ایسا نہیں ہو سکتا" ناصر صاحب چلائے۔ "رمشا نہیں کر سکتی ایسے"

"چپ رہیں ناصر صاحب آپ! کبھی تو اپنی اولاد کی طرفداری کر لیا کریں!" وہ عورت جو اتنے سالوں سے خاموش تھی آج بولی پڑی۔

"اپنے بچی کے لئے بھی نہ بولی میں! مجھ جیسی ماں بھی کیا ماں ہے! مگر اب نہیں۔۔۔ مجھے میری بچی چاہئے ناصر صاحب!" وہ پوری وقت سے چلا رہی تھیں۔ ناصر صاحب نے فق رنگت سے رمشا کو دیکھا۔

"کیا فاطمہ سچ کہہ رہی ہے رمشا؟" وہ دھیرے سے بولے۔ وہ خاموش بیٹھی رہی۔۔۔ کچھ نہ بولی۔

"کیا فاطمہ سچ کہہ رہی ہے رمشا" بات دہرائی تھی مگر انداز کچھ اور تھا۔ وہ چیخے تھے۔

رمشا نے تھوک نگل کر سمیتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔ ناصر صاحب ساکت ہوئے۔ نفسیہ نڈھال ہو کر ایک طرف پڑ گئیں۔

"میری شانزہ" کانپتے ہوئے لبوں سے دو لفظ ادا ہوئے تھے۔

"میں معاف نہیں کروں گی! میں کیسے معاف کر دوں؟ میں آپ سے شدید نفرت کرتی ہوں
امان شاہ" وہ چیختی تھی اور امان ہونقوں کی طرح اس کو دیکھ رہا تھا۔

"آپ کو کیا لگا کہ ایک لڑکی کو اغواہ کر کے زبردستی نکاح کریں گے اس سے اور پھر وہ آپ
سے محبت کرنے لگے گی؟؟؟ ایک رات میں بدل گئی ایک لڑکی کوئی ماجرا تو ہوگا! مجھے آپ سے
محبت نہیں ہے" وہ اسے باور کروا رہی تھی اور امان! امان بے یقین تھا۔ اسے اپنے کانوں ہر
یقین نہیں آ رہا تھا۔ وہ گھٹنوں کے بل گر گیا۔

"تم نے کہا تھا تم مجھ سے محبت۔۔۔۔۔" وہ ساکت نظروں سے صرف اتنا ہی کہہ پایا۔

دور کھڑے زمان کو تکلیف ہوئی۔
<https://www.classicurdumaterial.com/>

"صحیح کہا تھا کسی نے کہ امان شاہ پیار کی زبان سمجھتا ہے اور دیکھو ایسا ہی ہوا۔ میں نے
مضبوط کھڑے امان کو کمزور کر دیا۔ اسے اپنی جھوٹی محبت کا یقین دلا کر!۔ عورت اپنے اوپر ہوا
کوئی ظلم نہیں بھول سکتی۔۔۔۔۔ میں نے محبت نہیں کی امان! میں نے جو کی ہے وہ صرف
نفرت ہے" یہ کہتے ہوئے شانزہ کے لب کپکپائے تھے۔ امان کے آنکھ سے آنسو نکل کر بہہ
گیا۔

"اب آپ اتنے کمزور ہو چکے ہیں کہ اب آپ کچھ بھی نہیں کر سکتے! کچھ بھی نہیں! اپنی محبت
میں آپ کو کمزور اور لاچار کر دیا ہے۔ میں جیت گئی اور اب مجھے یہاں نہیں رہنا۔ مجھے جانا ہے

اس گھر سے ابھی! مجھے طلاق چاہئے امان" وہ اتنی زور سے چیخنی کہ امان کو اپنے کانوں کے پردے پھٹتے ہوئے محسوس ہوئے۔ وہ ساکت ہوا۔

"زمان" ایک آواز لبوں سے نکلی تھی۔

زمان نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"شانزہ کو گھر چھوڑ آؤ! یہ جو چاہے گی اب صرف وہی ہوگا" تاثرات سے عاری چہرے سے وہ شانزہ کو یک ٹک دیکھ رہا تھا۔ شانزہ کی لال آنکھیں اور آنکھوں میں چمکتے آنسو اس کی جیت کی گواہی دے رہے تھے۔ زمان کے ساتھ بنائے ہوئے پلان میں کامیاب ہو گئی تھی مگر زمان اپنے بھائی کی ساتھ ہی ٹوٹ گیا تھا۔

ایک نظر اسے دیکھ کر وہ پلٹ گئی۔

وہ جیت گئی تھی۔

وہ ہار گیا تھا۔

وہ جارہی تھی۔

وہ تھم گیا تھا۔

زمان نے گاڑی کی چابی سنبھالی اور اس کے پیچھے مرگیا۔ وہ اس کو مکمل توڑ گئی تھی۔ اس کا وجود چھلنی ہو چکا تھا۔ سب ختم ہو چکا تھا۔

"وہ خوش ہے چلچو اب! شکر منائیں وہ شخص اسے واقعی چاہتا ہے۔۔۔ وہ خوش ہے بہت! زمان سے اسی سلسلے میں ملاقات ہوتی رہی ہے۔ ذرا شک کی نگاہوں سے دور ہٹ کر دیکھے آپ کے گھر کی بیٹیاں پاکباز ہیں۔ اس نے بیوفائی نہیں دکھائی۔ جس دم اسے عدیل بھائی کی ضرورت تھی اس وقت عدیل بھائی نے ساتھ نہیں دیا۔ دیا تو چلچو آپ نے بھی نہیں تھا" عدیل نے اپنا سر پکڑ لیا۔ یہ اس سے کیا ہو گیا تھا۔ اس نے اپنی زندگی اپنے ہاتھوں سے برباد کی تھی۔ صبور اور جاوید بے یقین کھڑے تھے۔

"آئم سوری تایا ابو" وہ آنسو پیتی سر جھکا کر بولی۔

"میں نے تمہیں معاف کیا رمشا! میری غلطی ہے! بھائی بھابھی کے بعد تمہاری تربیت میرے ذمہ تھی۔۔۔ میں تمہاری اچھی تربیت نہیں کر پایا" وہ دکھ اور رنج سے بولے تھے۔ سارا غرور ملیا میٹ ہو گیا تھا۔

<https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/>*

"گھر آگیا ہے شانزہ" گاڑی اس کے گھر کے سامنے روکی تھی۔ وہ جو سپاٹ چہرہ لئے بیٹھی تھی بائیں جانب گردن موڑ کر اپنے گھر کو اوپر سے نیچے تک دیکھنے لگی۔ اس گھر میں نہ آنے کی قسم کھائی تھی۔ مگر وقت وقت کی بات ہوتی ہے!

"جی!" اسے ہوش آیا تو وہ اترنے لگی۔ اتر کر دروازہ بند کرنے کے لئے دروازے کو تھاما۔

"مجھے آپ کی یاد آئے گی زمان بھائی" دل ڈوب ڈوب کر ابھر رہا تھا۔

"اور امان؟" ایک امید سے اسے دیکھ رہا تھا۔ شانزہ نے کرب سے اسے دیکھا اور پلٹ گئی۔ وہ یہاں رک کر اس سوال کا جواب نہیں دینا چاہتی تھی جو اسے آتا ہی نہیں تھا۔ وہ گہری دکھ کی سانس بھرتا ہوا گاڑی آگے بڑھا کر لے گیا۔

عدیل بالوں میں انگلیاں پھنسائے بیٹھا تھا۔ یہ اس سے کیا ہو گیا تھا۔ وہ بے گناہ تھی پھر اسے کس بات کی سزا ملی؟ وہ اس کی محبت تھی۔ وہ رو دیا۔ اس نے اپنی زندگی خود اپنے ہاتھوں سے برباد کر دی تھی۔

فاطمہ سب باتوں سے پردہ اٹھانے کے بعد خود بھی صحن کی سیڑھیوں پر بیٹھ گئی۔ رمشا کا جھکا چہرہ اور جھک گیا تھا۔ یہ سب کرنے سے پہلے اس نے لمحہ بھر کو بھی نہیں سوچا تھا کہ اگر اس کا راز افشاں ہو گیا تو کیا ہوگا۔۔۔؟

اس نے بے جان ہوتے ہاتھوں سے دروازہ کھٹکھٹانا چاہا مگر وہ اسکے ہلکے دباؤ سے ہی کھل گیا۔ دروازہ لاک نہیں تھا۔ غم اتنا تھا کہ اس پر بھی دھیان نہیں دیا۔ اپنے آپ کو گھسیٹتے ہوئے وہ صحن تک لائی تھی۔ وہ اپنا سب کچھ ختم کر آئی تھی۔ وہ اس شخص کو چھوڑ آئی تھی مگر اپنی دنیا اسی کے پاس رکھ آئی تھی۔ صحن میں سب اکٹھا تھے۔ حیرت سے اسے دیکھ رہے تھے۔

وہ تھوڑی دیر کے وقفے سے کمرے میں آیا۔ امان زمین پر بیٹھا دیوار سے ٹیک لگایا ہوا تھا۔ بالوں میں انگلیاں پھنسائے زمین کو تکیے میں مصروف تھا۔ اس کی حالت زمان خود سمجھنے سے قاصر تھا۔ گارڈز اسکے کمرے کی تلاشی لے رہے تھے۔ وہ اسے دیکھتا ہوا اس کے برابر دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

"گارڈز کیا کر رہے ہیں یہاں زمان" اس کی موجودگی محسوس کر کے وہ بہت دھیرے بہت آہستہ زمین پر نظریں ٹکائے پوچھ رہا تھا۔

"کچھ نہیں۔۔۔ تم ٹھیک ہو؟" اس کے بالوں پر انگلیاں پھیر کر وہ نرمی سے پوچھنے لگا۔

"کیا وہ مجھے چھوڑ گئی زمان۔۔۔؟" ساکت نظروں سے سامنے تکتے ہوئے دھڑکتے دل سے اس سے سوال کیا۔

"تمہیں بھوک لگی ہے؟ کچھ کھانے کو لاؤں؟" وہ اس کی بات کا جواب دینے کی سکت نہیں رکھتا تھا۔

"کیا وہ مجھے چھوڑ گئی زمان؟" سوال پھر پوچھا گیا۔ زمان ٹوٹ کر رہ گیا۔

"وہ تمہیں چھوڑ گئی ہے امان! چلی گئی ہے" اب وہ ہمت ہار گیا۔

"وہ مجھے چھوڑ گئی ہے زمان! میں نے اس کے ساتھ زبردستی نکاح کیا تھا۔ میں نے غلط کیا تھا۔ اس نے مجھے چھوڑ دیا۔ دو دن میں زندگی بدلی تھی اور دو دن میں پھر بدل گئی۔۔۔ کیسے رہوں گا میں؟" اس کی طرف دیکھ کر وہ بکھرے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"مجھے نہیں پتا امان! پلیز میری طرف یوں مت دیکھو مجھے اذیت ہو رہی ہے" زمان نے کرب سے کہا۔

"میں نے اوپر کا کمرہ لاک کر دیا ہے زمان! میں منہاج ہوں نا؟ منہاج کی ماہ نور اسے چھوڑ گئی۔ تم کہتے تھے کہ تم اور بابا میں کوئی فرق نہیں۔۔۔ ایسا نہیں ہے زمان! ہم الگ ہیں بالکل! وہ اچھے بھی تھے۔۔ اور مجھ میں اچھائی نہیں! جو میرے قریب آتا ہے جلد بچھڑ جاتا ہے۔۔۔ میں اندر سے مر رہا ہوں زمان! مجھے ایسا لگ رہا ہے میری روح نکل رہی ہے میرے جسم سے! میں تڑپ رہا ہوں اور ہمت دیکھو ذرا میری وجود ہل بھی نہیں رہا جبکہ دل مچل رہا ہے۔ آج صبح اس کے ساتھ میں نے آسمان پر پھیلتی شفق دیکھی۔۔۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ اس کے بعد وہ مجھے مار دے گی۔۔ اگر معلوم ہوتا تو میں اس کے ساتھ وہیں کہیں رہ جاتا اور لوٹتا ہی نہیں! وہاں کے منظر میں تحلیل ہو جاتا۔ مجھے کبھی کچھ ہو جائے تو اسے کال کر کے یہ مت کہنا کہ واپس لوٹ آؤ! میں اس پر اب کوئی زبردستی نہیں کرنا چاہتا۔ اگر وہ خود آئے تو کیا ہی بات

ہو جائے! مگر اس سے مت کہنا۔۔ اس سے مت کہنا کہ امان چاہتا ہے تم واپس آجاؤ چاہے میں تڑپ ہی کیوں نہ رہا ہوں! میں مر کیوں نہ رہا ہوں مگر تم اس سے کچھ مت کہنا۔۔۔ اس پر زبردستی نہیں کرنا۔ دعا کرو وہ خود لوٹ آئے۔۔۔ اس سے بات کرنا خود سے۔۔۔ اس کا حال چال پوچھنا! اگر وہ میرے بارے کوئی بات کرے تو مجھے ضرور بتانا۔۔۔ مجھے ضرور بتانا! آنکھوں سے آنسو بے دردی سے صاف کئے مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا! آنکھیں پھر پھر آئیں۔

"خیال رکھو اپنا۔۔۔ اور آؤ میرے کمرے میں چلو۔۔۔" زان آنکھیں صاف کرتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"تم نے ساری نقصان پہنچانے والی چیزیں غائب کروادی ہیں۔۔۔ بے فکر رہو" امان نے چہرہ ہاتھوں سے ڈھانپا۔

<https://www.classicurdumaterial.com/>

"کمرے میں چلو میرے! میں تمہیں اکیلے کہیں نہیں چھوڑ سکتا۔۔۔" اس نے ہاتھ پکڑ کر اسے اٹھانا چاہا۔

<https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/>

"میں بچہ نہیں ہوں زان! جاؤ یہاں سے فوراً" سختی سے کہتے ہوئے امان نے اپنا ہاتھ چھڑایا۔

"ایسا مت کرو امان۔۔۔ پلیز اٹھو! تم بہت تنگ کرتے اٹھو اب" وہ پھر سے اسے اٹھانے کی کوشش کرنے لگا۔ وہ سہارے لے کر اٹھ کھڑا ہوا اور بیڈ پر جا کر لیٹ گیا۔

"بہت ڈھیٹ ہوتم" زمان نے مٹھیاں بھینچیں۔

"باہر جاؤ! میں تھوڑی دیر آرام کرنا چاہتا ہوں" لرزتی آواز میں کہتے ہوئے اس نے کروٹ لی۔ زمان کا دل گویا کسی نے چیر دیا ہو۔ وہ باہر کی جانب بڑھ گیا مگر دروازہ بند نہیں کیا۔ امان نے مڑ کر دیکھا تو وہ جاچکا تھا۔ کروٹ لیتے ہی اس کی آنکھیں پھر سے بہنا شروع ہو گئیں۔ وہ دعا کریگا! وہ اللہ سے اسے پھر سے مانگے گا! مگر اب سچے دل سے! وہ اب اس کے ساتھ زبردستی نہیں کریگا۔۔۔ اس کے ہر فیصلے پر دل مار کر سر جھکائے گا۔۔ مگر وہ دعا کریگا کہ اللہ اس کا دل اس کی جانب موڑ دے۔ اس نے ٹھیک کہا تھا! وہ اسے واقعی کمزور کر گئی ہے۔ اتنا کمزور کہ اس کی ہر اکڑ ملیا میٹ ہو گئی ہے۔۔۔ وہ کچھ کہہ بھی نہ سکا۔ وہ اپنی بھی نہ چلا سکا۔ وہ اسے بے بس کر گئی صرف محبت کر کے! وہ جانتا تھا وہ بہت جلد پاگل ہونے والا ہے۔۔

<https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/>*

وہ گہری نیند میں تھی جب اس کی آنکھ کسی کے دروازہ کھٹکھٹانے کھلی۔ سوچی آنکھوں اور لال ہوتے چہرے کے ساتھ اس نے دروازہ کھولا۔ دل اب بھی نہیں تھا کھولنے کو مگر کبھی نہ کبھی تو کھلنا ہی تھا۔ وہ ان لوگوں سے ملنا نہیں چاہتی تھی جنہوں نے اس کی سیدھی سادھی سی چلتی زندگی میں خلل پیدا کیا۔ دروازہ کھولنے پر نفیسہ بیگم نم آنکھیں لئے اس کے گلے لگیں۔ اس میں اتنی بھی ہمت نہ کوئی کہ ان کے گرد بانہیں پھیلا دے۔ دس منٹ بعد اب وہ اس

کا ماضی پوچھنے لگیں۔ اسے بے اختیار امان کی یاد آئی۔ وہ آخری وقت میں کیسے رو رہا تھا، بلک رہا تھا۔

"مجھ سے مت پوچھیں اماں ایسے سوالات! مجھے اچھا نہیں لگے گا ماضی دہرانا۔ سب سے کہہ دیں کہ شانزہ کا ماضی اس سے نہ پوچھیں! وہ اگلی زندگی شروع کرنا چاہتی ہے ماضی کو پس پشت رکھ کر" آنکھیں مرجھا گئیں۔

وہ جیت گئی تھی۔ سب اس کے پلین کے مطابق ہوا تھا۔ وہ امان کو ہرا آئی خود جیت کر! مگر ہار گئی تھی۔ کبھی دیکھا نہیں ہوگا تم نے جیت کے ہارا ہوا شخص! وہ خاموش ہو گئیں۔ ماں تھی تو جستجو رکھتی تھیں جاننے کی! کہ اتنے عرصے میں کیا ہوا اس کے ساتھ! شانزہ کچھ دیر کے وقفے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اسے عشاء کی نماز پڑھنی تھی۔ اسے اپنے اللہ کے آگے جھکنا تھا۔ جب انسانوں میں دل نہ لگے تو وہ خدا ہی واحد سہارا ہوتا جس کے سامنے آپ اپنے جذبات بیان کر سکتے ہیں۔ اس کے سامنے بکھریں گے تو بعد میں دکھ نہیں ہوگا کہ کس کو حال سنا دیا کہیں وہ آپ کو ہی غلط نہ سمجھے۔ وہ ہمارے جذبات کو جانتا ہے۔ وہ سنتا ہے پھر حکم کرتا ہے۔۔۔ وہ معاف کرنے والا بڑا مہربان ہے۔ وہ اللہ کے سامنے جھک گئی۔ پیچھے بیٹھی نفیسہ بیگم نے اسے اس وقت کرب دیکھا جب وہ نماز پڑھ کر اللہ کے سامنے رودی۔ پھوٹ پھوٹ کر! جیسے کوئی گناہگار کوئی بڑا گناہ کر کے سچی توبہ کرتا ہے۔ وہ اٹھ کھڑی ہوئیں۔ یہ ان کی بیٹی اور اللہ کا معاملہ تھا۔ وہ پوری چھپے نہیں سننا چاہتی تھیں۔ وہ کمرے وسط سے ہوتی ہوئے باہر

چلی آئیں۔ سست قدموں سے اپنے کمرے میں داخل ہوئیں۔ ناصر صاحب سجدے میں گرے ہوئے تھے۔ یقیناً روروہے تھے۔

"کس بات کی معافیاں مانگ رہے ہیں ناصر صاحب! بیٹی کی زندگی برباد کرنے میں آپ کا اپنا بھی ہاتھ ہے" ڈھیلے ہوتے وجود کے ساتھ وہ بیڈ پر بیٹھی تھی۔ لہجہ بھیکا ہوا تھا۔ آہستہ اور دھیرے سے کہتی ہوئیں وہ زمین کو یک ٹک گھورنے لگیں۔ وہ ان کی آواز پا کر سجدے سے سر اٹھا کر انہیں تنکے لگے۔

"میرا" بھی؟ "میرا ہی ہاتھ ہے نفیسہ! اسے میری ضرورت تھی! اسے اپنے باپ کی ضرورت تھی۔ کتنا پکارا ہوگا مجھے اس نے مگر۔۔۔۔۔۔!" وہ کہہ ہی نہ پائے اور آنکھوں سے آنسو روا ہو گئے۔

<https://www.classicurdumaterial.com>

Support@classicurdumaterial.com

<https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial>

"کیا تم نے اس سے پوچھا نفیسہ؟" وہ جائے تہہ کرتے ان کے قریب آئے۔

"وہ نہیں بتانا چاہتی ناصر! اس سے کوئی نہ پوچھے اس کا ماضی" انہوں نے آنکھیں رگڑیں۔

"کیسے آئی ہے وہ گھر؟ اس بے غیرت شخص نے اسے آسانی سے چھوڑ دیا؟" حیرانی متوقع تھی۔

"مجھے نہیں پتا۔۔۔ لیکن وہ شخص اس کا شوہر ہے۔۔ نکاح میں ہے شانزہ اس کے! میں کچن

میں جارہی ہوں ناصر! اس کے کمرے میں ابھی کوئی نہ جائے۔ وہ خدا کو اپنے غم سنارہی

ہے "اٹھ کر ادھ کھلے دروازے کے پار چلی گئیں۔ پیچھے بیٹھے ناصر صاحب کو اپنی غلطی کا شدت سے احساس ہوا تھا۔

شانزہ گھر آچکی تھی۔ رمشا جانتی تھی کہ اس کے زوال کا وقت آچکا ہے۔ اسے اپنی غلطی کا احساس ہی تب ہوا جب وہ پکڑی گئی۔ اس نے واقعی اس وقت سوچا تھا۔ اپنے انجام کا، اپنے زوال کا۔ سب کی نظروں میں گر چکی تھی وہ۔ رونے میں کمی نہیں آرہی تھی۔ سب سے الگ الگ جا کر اس نے معافی مانگی تھی۔ عدیل کے نہ ملنے کے دکھ سے وہ اور ٹوٹ گئی تھی۔ وہ شانزہ سے معافی مانگے گی اور اسے امید تھی کہ وہ اسے معاف کر دے گی۔۔۔ اسے توبہ بھی کرنی تھی۔ اپنے رب سے! اپنے گناہوں کی۔۔۔

Support@classicrodumaterial.com

فجر کے وقت وہ امان کے کمرے میں داخل ہوا۔ کمرہ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ اوندھا لیٹے ہوئے وہ شاید سو رہا تھا۔ زمان اس کے قریب آکر برابر میں بیٹھ گیا۔ اس کے چہرے سے بال ہٹائے کر اسے پیار اور نرمی سے دیکھا۔ اس کی پیشانی کو چوما تو محسوس ہوا جیسے کسی تپتی چیز کو چوم لیا ہوا۔ اسے تیز بخار ہو رہا تھا۔ زمان نے پریشانی سے اسے دیکھا اور تیزی سے دوائی اور ساتھ پانی لے کر آیا۔

"امان اٹھو۔۔۔" اسے جھجھوڑ کر اٹھایا تو وہ سوچی ہوئی آنکھوں ہلکی سی کھول کر اسے دیکھنے لگا۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟" خمار آلود لہجے میں وہ اسے حیرانی اور سختی سے پوچھ رہا تھا۔

"دوائی کھاؤ تمہیں بخار ہو رہا ہے!" اسے ڈپٹ کر دوائی پیش کی اور ساتھ پانی کا گلاس بھی۔
"مجھے نہیں کھانی" اس نے پھر سے کروٹ لے لیا۔

"کھا کر سو جاؤ۔۔۔" اس نے اسے اٹھانا چاہا۔

"جاؤ یہاں سے زمان میرے سر میں بہت درد ہے" اس کو خود سے دور کرتے ہوئے وہ چیخا
تھا۔
Support@classicurdu material.com

"چیخو مت! بس یہ کھا لو جا رہا ہوں میں۔۔۔۔۔" وہ اسے قابو کرنے کے لئے چیخا۔

"میری بیوی بننے کی کوشش مت کرو" امان نے گھورتے اسے گھورا۔

"تمہاری بیوی بننے کا شوق نہیں ہے مجھے امان۔۔۔۔۔" وہ منہ بنا کر بولا۔

امان کی نظریں ساکت ہوئیں۔ آنکھیں بھینگنے میں لمحے نہیں لگے۔

"وہ تو بیوی ہے مگر اسے شوق نہیں! اس لئے اس نے طلاق کا مطالبہ کیا۔ ہے نا زمان؟"

زمان نے لب بھینچے۔

"دوائی کھاؤ امان" اس نے سختی سے کہا۔

امان اٹھ کر بیٹھا اور دوائی کھا کر پھر لیٹ گیا۔

"کھالی ہے دوائی میں نے اب چلے جاؤ" امان نے نظریں پھیریں۔

"بخار کیوں چڑھ گیا ہے تمہیں اتنا" وہ واقعی پریشان ہو گیا تھا۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"امان پلیز خود کو سنبھالو ایسا نہیں چلے گا!" اس سے رہا نہیں گیا اس نے امان کو جھجھوڑ ڈالا۔

"کیا سنبھالوں؟ وہ سنبھالنے والی گئی ہے تمہارے بھائی کو چھوڑ کر!" وہ تواباً چیخ پڑا۔

"ٹھیک ہو جاؤ" اس کا لہجہ بھیگ گیا۔

Support@classicurdumaterial.com

"میں ٹھیک ہوں مگر۔۔۔۔۔ وہ مجھے چھوڑ گئی۔ دعا کرو زمان وہ لوٹ آئے۔۔۔ کرو گے نادعا؟" وہ

اسے امید بھری نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

"کروں گا میں۔۔۔۔۔" وہ اس کے گلے لگ گیا۔

"اگر میں اس سب سے پہلے مر گیا تو۔۔۔۔۔؟" اس سب میں امان کا لہجہ کانپا تھا۔

"اللہ نہ کرے۔۔۔۔۔" اس نے سختی سے اسے بھینچا۔

"مجھے کمزوری ہو رہی ہے بہت" وہ سسک کر بولا۔

"اٹھو جاؤ نماز پڑھو! اسے مانگو دعاؤں میں! پہلے اپنی چلائی تھی اب اس بار اللہ پر چھوڑ دو۔۔۔"

بات سمجھ رہے ہونا؟" وہ اسے بچوں کی طرح سمجھا رہا تھا۔

"کیا اللہ مجھے معاف کر دے گا زمان؟"

"کیوں نہیں! اللہ معاف کرنے والا برا مہربان ہے۔۔۔ جاؤ اور سجدے میں دل سے رو دو!"

امان کی آنکھوں امید کے جگنو چمکے۔

"تو پھر جاؤ انتظار کس بات کا! کامیابی تمہارے انتظار میں ہے" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

فجر کی ہوتی آذانیں کامیابی کی طرف بلا رہی تھیں۔ اور کتنے سالوں بعد وہ اپنے رب کے آگے

سجدے میں جھکا۔ جائے نماز پر اپنے بھائی کے برابر کھڑے ہو کر نماز ادا کی تھی۔ جب جب

سجدہ کیا، دل چاہا سجدہ اور لمبا کر دے۔ دعاؤں کا سلسلہ کافی لمبا چلا تھا۔ معافی مانگی اپنے ہر

کئے گئے گناہ کی۔ معافی کے وقت آنکھیں بھیگ گئی تھیں اور شانزہ کا موضوع آیا تو ہچکیاں

بندھ گئیں۔ اسے لگا اگر وہ اور شانزہ کے متعلق خدا کو بتائے گا تو خود بکھر جائے گا۔ خدا کسی

بات سے لاعلم تو نہیں! اس نے خود کو بکھر نے دیا۔ رب تو ٹوٹے ہوئے دلوں کو بھی جوڑ دیتا

ہے۔ اسے یقین تھا کہ اس کا بھی جوڑ دیا جائے گا۔ اس نے دعا کی کہ شانزہ کا دل اس کی

جانب موڑ دے۔ اس نے سچے دل سے دعا کی۔ یہ سلسلہ بھی کیا سلسلہ تھا۔ زمان نے اسے بکھرتے دیکھا تھا مگر اسے دکھ نہیں ہوا۔ وہ بکھر سکتا تھا۔ وہ رب اور اس کا معاملہ تھا اور وہ خلل نہیں پیدا کرنا چاہتا تھا۔ زمان نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو پہلے ماں باپ کی مغفرت کی دعا مانگی۔ ماں باپ کی دعا مانگ کر اپنے لئے دعا کرنی چاہئے۔ ماں باپ کا دعائیں ذکر کئے بغیر دعا قبول نہیں ہوتی۔ باپ کے لئے اور اپنی ماں کے لیے گہرائی سے دعا مانگ کر وہ اپنی دعاؤں کا رخ امان کی جانب لایا تھا اور پھر اسے نہیں خبر کہ وہ کب تک اس کے لئے دعا کرتا رہا۔ اس کے بہترین مستقبل کے لیے، اس کی خواہشات پوری ہونے کے لئے اور اس کی خوشی کے لیے۔ شانزہ کے لیے بہت سی دعائیں کیونکہ دعاؤں کی اسے بھی بہت ضرورت تھی اور آخر میں وہ اپنے لیے دعا مانگنے لگا۔ اسے کیا کیا چاہیے۔۔ اس کی خواہشات، اس کی خوشیاں۔ اپنے آپ کو اور اپنے اہل خانہ کو دوزخ کی آگ سے بچانے لیے دعا مانگی۔ یہ بھی دعا مانگی کہ یا اللہ اس راستے پر چلا جس راستے پر تیرے مومن بندے چلتے ہیں۔ جس راستے پر تیری رضا ہے۔ ہر وہ کام سے بچا جو تیرے نزدیک غلط ہے۔۔ مجھے بھی اور میرے اہل خانہ کو بھی!

دو، تین دن یونہی گزر گئے! وہ کمرے سے باہر نکلتی تو صرف کھانے پینے کے لئے! اور پھر سے اندر چلی جاتی۔ گھر میں موجود لوگوں کے دل تڑپتے! ناصر صاحب اپنی بیٹی کو حسرت سے دیکھتے۔ انہیں اب پتا چلا جب کوئی اپنا آپ سے اپنائیت نہ دکھائے تو کیسا لگتا ہے۔ اتنے سالوں بعد

انہیں خبر ہوئی کہ کتنا عرصہ ہو گیا اور انہوں نے ایک بار بھی شانزہ کو گلے نہیں لگایا۔ وہ مرجھاتے پھول کی طرح ہو گئی تھی۔ ہر جذبات سے عاری ہو کر وہ ڈائینگ ٹیبل سے کمرے اور کمرے سے ڈائینگ ٹیبل تک کا ہی سفر کرتی۔ کھانے کے لئے ڈائینگ ٹیبل پر بیٹھتی تو سب خاموش ہو جاتے اور محبت سے اسے دیکھتے۔ سب کو اس سے محبت بھی کب ہوئی جب اسے ضرورت ہی نہ رہی۔ عدیل حسرت سے دیکھتا اور دیکھتا چلا جاتا۔ وہ سر جھکا کر کھانا کھاتی اور ختم کر کے کمرے کی طرف بڑھ جاتی۔ گھر آنے کے دوسرے دن کھانے کے بعد جب وہ کمرے میں جانے لگی تو ناصر صاحب سے رہا نہ گیا اور اس کی طرف لپکے اور گلے سے لگالیا۔ وہ رو بھی نہ سکی۔ ہاں مگر تھوڑا عجیب سا لگا تھا۔ اس سب کی عادت نہیں تھی اسے۔ وہ کافی رات کو اس کے کمرے میں بھی آئے تھے۔ خاموشیوں کا پہرا رہا۔ کمرے میں صرف سسکیاں گونج رہی تھی ان کی۔ وہ انہیں دیکھتی رہی تکتی رہی۔ یہ آنسو اس کے لئے تھے اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔ جب وہ اتنا روچکے کہ شانزہ کا دل لرز گیا تو وہ بول اٹھی۔

"بابا روئیں مت! آپ کی بیٹی کو تکلیف ہو رہی ہے! چھوڑیں جو ہو گیا! اب وہ دیکھیں جو ہوگا! مگر فیصلہ میں کروں گی بابا" انہوں نے بڑھ کر اس کے ہاتھ چومے تھے۔

"میری بیٹی جو کہے گی اب صرف وہ ہی ہوگا" اس نے انہیں دیکھا تھا اور یہ وقت اسے ماضی لے گیا تھا جب انہوں نے کہا تھا کہ تمہیں پیدا ہوتے ہی مرجانا چاہئے تھا۔ وہ لفظ تیر تھے جو اس کے دماغ کو سن کر گئے تھے۔ اس نے دل میں اٹھتے درد کو دبانا چاہا۔

وہ گھر میں یونہی پھرا کرتی جیسے کوئی مہمان!

دیکھا جائے تو ان دو تین دنوں میں اور بھی بہت کچھ ہوا تھا۔ جیسے عدیل کی معافی! کمرے میں بیٹھے بیٹھے جب اسے وحشت ہونے لگی تو اس نے چھت کا رخ کیا تھا۔ وہاں عدیل پہلے سے موجود تھا مگر اب انداز بدل گئے تھے! اب دیکھنے کی چاہ نہیں تھی۔ اسے دیکھتے ہی شانزہ نے رخ موڑ لیا تھا۔ وہ نیچے کی جانب بڑھنے لگی تھی کہ عدیل اس کی طرف جلدی سے آیا۔

وہ کچھ بولا نہیں تھا۔ بس خاموش نظروں سے اسے تکتے رہا۔ شانزہ نے یک ٹک اسے دیکھا اور سیرھویوں کی جانب بڑھی۔ وہ پھر سے اس کے سامنے آگیا۔

"مجھے معاف کر دو شانزہ!" وہ جانتا تھا کہ وہ قابلِ معافی نہیں۔ مگر وہ اس سے محبت کرتا تھا۔

"میں نے سب کو معاف کر دیا ہے" سینے پر ہاتھ باندھ کر وہ ذرا ٹمھر کر بولی تھی۔

"تو کیا مجھے؟" وہ حیران تھا۔

"جی" مختصر جواب۔ وہ خوش ہو گیا جیسے اس کے گناہ مٹ گئے۔

"ایک بات پوچھوں شانزہ؟" لہجے میں جھجھک واضح تھی۔ اس نے جواب نہ دیا۔

"تم نے اب کیا سوچا ہے؟" وہ اسے امید سے دیکھنے لگا۔ اگر اس نے امان کو چھوڑنے کا

فیصلہ لے لیا ہے تو وہ اس کی اب بھی ہو سکتی ہے۔

"پتا نہیں!" سوچوں میں غرق تھی۔ اسے واقعی علم نہ تھا کہ وہ آگے کیا کرنے والی ہے؟
 "تو کیا تم امان سے طلاق لے رہی ہو؟"

شانزہ نے اس سوال پر اسے جلدی سے دیکھا۔ کیا سوال تھا یہ جس پر آنکھیں لہو ہو گئیں۔
 "وہ میرے شوہر ہیں" وہ جلدی سے بولی۔

"میں جانتا ہوں جو میں نے کیا وہ بے حد غلط تھا شانزہ! مجھے تمہارا ساتھ دینا چاہئے تھا مگر میں نہیں دے پایا! تم اس شخص سے طلاق لیلو! اگر تم نے نہیں لی تو تم خود پر ظلم کرو گی! وہ شخص اچھا نہیں ہے۔۔۔ وہ تمہاری زندگی برباد کر دے گا" شانزہ اس کی باتوں کو سکون سے سن رہی تھی جب تک اس نے یہ نہیں کہا۔

"میں اب تک تمہارے انتظار میں بیٹھا ہوں" شانزہ نے جھٹکے سے اسے دیکھا۔
 "میں کسی کی بیوی ہوں عدیل! آپ کو سوچ سمجھ کر بات کرنی چاہئے" شانزہ نے ایک تیز نظر اس پر ڈال نگاہیں پھیریں تھی۔ لہجہ سخت ہو چکا تھا۔
 "میں تم سے محبت کرتا ہوں شانزہ" وہ سسک کر بولا۔

"میرا شوہر بھی مجھ سے محبت کرتا ہے!" وہ اسے یاد دلارہی تھی کہ وہ اکیلی نہیں۔ وہ کسی کے نکاح میں ہے۔

"مگر میں تمہیں بچپن سے چاہتا ہوں"

"کیسے نہ ہوں؟ وہ میرا بھائی ہے شہنواز! وہ تڑپ رہا ہے اور مجھے بھی تڑپا رہا ہے!"

"میں اس گھر میں بہت سالوں سے ہوں دادا اور میں جانتا ہوں کہ یہاں کہ مکین بظاہر سخت ہیں مگر دل ان کے بہت نرم ہے! محبت اُن کو کمزور کر دیتی ہے۔۔۔" اس کے ایک ایک لفظ سچے تھے۔

اسی دم زمان کا فون بجا۔ اس نے نام پڑھا اور چونک کر کال اٹھائی۔

"ہیلو فاطمہ؟"

"اسلام علیکم۔"

"وعلیکم سلام"

"زمان! سب کیسا ہے وہاں؟" فاطمہ نے ٹمھر کر سوال کیا۔ زمان اٹھ کر باہر گارڈن میں آگیا۔

"کچھ ٹھیک نہیں ہے فاطمہ! میں بہت پریشان ہوں۔۔۔ میرا بھائی۔۔۔ وہ مرجائے گا۔ وہ

مرجائے گا فاطمہ۔۔۔ میں مرجائوں گا۔۔۔" وہ تڑپ رہا تھا۔ فاطمہ کا دل سکڑا۔ اس نے زمان کا یہ والا روپ بھی ابھی دیکھا تھا۔

"ایزی ہو جاؤ زمان پہلے!" فاطمہ نے اسے تسلی دی۔

"کیسے؟؟؟؟ نہیں ہو سکتا میں۔ میرا بھائی بد سے بدترین حالت کی طرف جا رہا ہے فاطمہ!"
 فاطمہ کو لگا وہ جلد ہی آبدیدہ ہونے والی ہے۔

"خیر! تم یہ بتاؤ وہاں سب کیسا ہے؟ سب ٹھیک ہے وہاں؟ کیسی ہے وہ؟"
 فاطمہ لمحے بھر کو خاموش ہوئی۔

"سب ٹھیک ہے بس وہ گم صم سی رہنے لگی ہے۔ نہ کسی سے گفتگو نہ کچھ۔ میں آج اس
 سے بات کروں زمان"۔ اس نے زمان کو تسلی دی۔
 "کیا کہو گی اس سے؟ اسے فورس مت کرنا فاطمہ"

"میں اس کے جذبات جاننا چاہوں گی کہ وہ کونسا راستہ چننے کا سوچ رہی ہے" فاطمہ نے اسے
 یقین دلایا۔

"مجھے آگاہ ضرور کرنا" <https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial>

"ضرور! اور ہاں ایک اور بات کرنی تھی! یہ کہ تم نے تابش سے کیا کہا تھا کل؟"
 "کیا؟" زمان کھسیانا ہوا۔

"انجان نہ بنو" وہ مسکراہٹ دبا کر بولی۔

"بھول گیا میں"

"یہی کہ میں تمہاری منگیت رہوں؟"

"ہاں میں نے جھوٹ بولا" اس نے بلاآخر مان لیا۔

"کیوں؟"

"کیونکہ مجھے نہیں پسند وہ!" اس نے کندھے اچکائے۔

"تو اس کا مطلب تو اس سے کہو گے کہ میں تمہاری منگیت ہوں؟" وہ اسے اتنی آسانی سے تو چھوڑنے والی تھی نہیں۔

"تو بن جاؤ پھر کہنے میں آسانی ہوگی اور جھوٹ میں بھی شامل نہیں ہوگا" وہ دل کی بات آسانی سے کہہ ہی گیا۔

فاطمہ خاموش ہوئی۔ وہ اب کیا کہتی۔

"کیا ہوا فاطمہ؟ کیا تم۔۔۔۔" بات خود ہی ادھوری چھوڑ دی۔ دل میں ایک خوف جنم لینے لگا۔

کہیں وہ انکار نہ کر دے۔

"یہ اس طرح کرتے خود شادی کے لئے بات؟ کوئی جملہ سوچتے ہیں کہ کیا کہنا اور کیا نہیں!

مجھے وہ طریقہ پسند ہے۔۔۔" مسکراہٹ قابو کرتے ہوئے شرم سے کہنے لگی۔ زبان موبائل کے

اس پار بھی اسے شرماتا ہوا دیکھ سکتا تھا۔ خوشی اتنی ہوئی کہ کھلکھلانے لگا۔

"بہت جلد! تم دیکھنا! بالکل الگ انداز میں اپنی خواہش ظاہر کرنے والا ہوں۔۔۔۔ میرا انتظار کرنا

فاطمہ" کہہ کر تھوڑی دیر بات کر کے فون رکھ دیا۔

تو ایک مشکل بلاآخر آسان ہو گئی۔

وہ اس کی ہو جائے گی یہ احساس بھی اچھا تھا۔

اسے امان کا خیال آیا تو اوپر چلا آیا۔ وہ اب بھی یونہی بخار میں تپا ہوا تھا۔ اس کی دوا کا وقت ہو گیا تھا۔ سب سے مشکل کام ہی اسے دوا کھلانا تھا۔

"یہ لو دوا کھاؤ اٹھو۔۔۔" تھپک تھپک کر اسے اٹھایا تو کسمساتا اٹھ بیٹھا۔

"کیا وہ آئی زمان؟" پہلا سوال ہر بار کی طرح یہی تھا کہ وہ آئی تو ہوگی۔

"نہیں۔۔۔ تم دوا کھاؤ" اس نے دوا پیش کی۔

"مجھے دیکھنے بھی نہیں آئی؟" وہ امان کی آنکھوں میں دیکھنے سے گریز کر رہا تھا۔

"نہیں۔۔۔ آئے گی تو تمہیں اٹھا دوں گا۔۔۔ اب کھاؤ دوائی" امان نے مرجھاتے چہرے سے

دوائی کو دیکھا اور ہاتھ بڑھا کر دوائی اٹھائی۔

"تم خود سے کال کرو امان۔ کیا پتا وہ تمہاری کال کا انتظار کر رہی ہو"

زمان نے اسے سمجھانا چاہا۔

"میں اس کے ساتھ زبردستی نہیں کرنا چاہتا زمان۔ وہ لوٹ کر آئے ہمدردی میں؟ میں نہیں

چاہتا۔۔۔ وہ آئے خود سے محبت میں۔۔۔ اس کو کوئی خبر دے کہ اس کے قدموں کی آہٹ

سننے کو امان شاہ کے کان ترس گئے ہیں" زمان نے لب بھینچے۔

زمان خاموش رہا۔ شاید وہ صحیح کہہ رہا تھا۔

"کیا ظہر کی نماز کا وقت ہو گیا ہے؟" وہ برابر میں رکھے سیل فون سے وقت دیکھنے لگا۔

"جی ہو گیا ہے۔۔۔ اٹھ جاؤ" اسے اچھا لگا کہ اس نے نماز کو اپنی زندگی کا اہم جزو بنادیا۔ انگلیوں کے پوروں سے وہ گن رہا تھا کہ شانزہ کے قدم اس گھر میں کب سے نہیں گونجے

"نئی شانزہ کہاں ہے؟" اس کے چہرے سے صاف ظاہر ہو رہا تھا وہ روئی ہے۔ نفیسہ اس کے قریب آئیں۔

"کیا ہوا رمشا" اس کا ماتھا چوم کر انہوں نے پیار سے پوچھا۔

"مجھے ندامت آگرا ہے تائی۔ میں نے اچھا نہیں کیا نالتائی؟ مجھے ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔۔ میں نے کتنا غلط کر دیا۔ مجھے معاف کر دیں" اس کے آنسو تیزی سے بہنے لگے۔

"میں نے معاف کیا میری جان۔۔۔ رومت!" وہ دکھ بھلانا چاہتی تھیں مگر بھلا نہیں پارہی تھیں۔ انہیں رمشا کو دیکھ کر رہا نہیں گیا۔ ماں نہیں تھیں مگر ماں بن کر پالا تھا۔ وہ گلے لگ کر کتنی دیر روتی رہی۔

"کیا شانزہ مجھے معاف کر دے گی؟" بھیکے لہجے میں وہ بہت جذب سے پوچھ رہی تھی۔

"اس سے معافی مانگ کر تو دیکھو۔۔ وہ کمرے میں ہے چلے جاؤ" اس کو تھپکتے ہوئے وہ مسکراتی کچن میں چلی گئیں۔ رمشا نے مڑ کر اس کے کمرے کے دروازے کو دیکھا تھا اور پچھتاوے نے اسے ایک بار پھر آگھیرا۔

کیا کر رہی ہو شانزہ؟" اسے کپڑے تہہ کرتے دیکھ کر فاطمہ پوچھتے ہوئے بیڈ پر بیٹھی۔
 "الماری صاف کر رہی ہوں" سرسری انداز میں کہتے ہوئے اس نے ایک کے اوپر ایک تہہ ہوئے کپڑے ڈالے۔

"تم نے کیا سوچا ہے پھر؟" وہ اصل مدعے کی جانب آئی۔

"کس بارے میں؟"

"چار پانچ دن ہو گئے ہیں۔ تم نے کیا فیصلہ لیا اپنی ازدواجی زندگی کے متعلق؟"

شانزہ نے ایک گہری سانس خارج۔

"مجھے نہیں پتا کچھ بھی" وہ الجھی ہوئی تھی۔

"تم طلاق لیلو اس سے" فاطمہ نے مشورہ پیش کیا اور جواباً اس کے تاثرات جاننے لگی۔ شانزہ

کا چہرہ یک دم فق ہوا تھا۔ آنکھوں سے بے اختیار آنسو خارج ہوئے۔

"تم رو مت! رو کیوں رہی ہو؟ میں نے صرف وہ کہا جو مجھے لگا۔۔۔ اگر میری خواہش پوچھو تو میں چاہوں گی کہ تم لوٹ جاؤ! تمہارا شوہر تمہارا منتظر ہے مگر تم وہی کرنا جو تمہارا دل چاہتا ہے"

فاطمہ نے قریب آکر اسے پیار سے دیکھتے ہوئے اس کا ہاتھ چوما۔ لمحوں کے ہزاروں حصے میں اس کو امان کا ہاتھ چوم کر آنکھوں سے لگانا یاد آیا۔ اس نے تھوک نگلا۔

ہلکی سی آواز سے کمرے کا دروازہ کھلا اور رمشا اندر آئی۔ شانزہ بستر پر گرنے کے انداز میں بیٹھی۔

"شانزہ" لب بھینچتی وہ اس کے قریب آئی۔

شانزہ نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"آئم سوری شانزہ! مجھے معاف کر دو۔"

شانزہ نے اسے تھکے تھکے سے انداز میں دیکھا۔

"میں عدیل کو پانے کی چکر میں اتنی اندھی ہو گئی تھی کہ صحیح غلط کا فرق بھول گئی!" وہ گڑگڑانے لگی۔

"میں نے کہا تھا میں نے سب کو معاف کر دیا ہے پھر سب کیوں علیحدہ علیحدہ آکر پوچھ رہے ہیں؟" مدہم مگر تھکی تھکی آواز میں کہا۔

"تم جب تک اپنے منہ سے مجھے نہیں کہو گی میں یوں ہی روتی رہوں گی شانزہ! تم نے ہمیشہ میرا خیال رکھا اور میں نے یہ کیا کر دیا تمہارے ساتھ"

"میں نے تمہیں معاف کیا رمشا! سب کو معاف کیا۔۔۔" کہتے ساتھ اپنے چہرے کو ہاتھوں سے چھپا لیا۔ رمشا پھولی نہ سمائی۔

"تمہینک یو سو مچ شانزہ! اور یہ کہ۔۔۔۔ میں جان چکی وہ ایک شخص میرا کبھی نہیں ہوسکتا مگر۔۔۔۔ مگر تمہیں بہت چاہتا ہے اگر تم طلاق لے کر اس سے شادی کرلو گی تو تم دونوں ہی بہت۔۔۔۔"

"فار گاڈ سیک رمشا! میں کسی بیوی ہوں یہ سب کیوں نہیں سمجھ رہے! ایک عرصہ گزارا ہے اس شخص کے ساتھ! مجھے اچھا نہیں لگ رہا ہے کہ تم لوگ میرے شاہر کے ہوتے ہوئے کسی نامحرم سے میرا جوڑ رہے ہو!" وہ اٹھ کھڑی۔

"میں طلاق نہیں لے رہی! میں جاؤں گی کیونکہ میں اس شخص سے جو میرا شوہر ہے محبت کرتی ہوں" وہ تنگ آکر اپنا فیصلہ سنا گئی۔

رمشا نے حیرت سے اسے دیکھا جبکہ فاطمہ نے خوشی سے۔ شانزہ نے ایک نظر دونوں کو دیکھا اور باہر نکل گئی۔ فاطمہ اس کے پیچھے بھاگی۔

"نفیسہ؟ کیا سوچ رہی ہو" ناصر صاحب گم صم سی نفیسہ کے پاس آکر بیٹھے۔

"شانزہ کی وجہ سے پریشان ہوں ناصر!" وہ دکھ سے بتا رہی تھیں۔

"نفیسہ میں چاہتا ہوں وہ اب فیصلہ لے لے۔ اس شخص کے ساتھ رہنا چاہتی ہے یا اس سے طلاق لینا چاہتی ہے"

"اسے اور وقت درکار ہوگا! یہ فیصلہ سوچ سمجھ کر ہی لے جاتے ہیں" انہوں نے ہاتھوں میں تھامی تسبیح گھمائی۔

"میرا بس چلے تو اس شخص کو قتل کردوں!" انہوں نے دانت پیسے۔ نفیسہ نے گردن موڑ کر انہیں دیکھا۔

"وہ شخص محض ایک کردار تھا۔ اصل میں تو آپ سب کا بھروسہ جانچنا تھا۔ اس شخص کے آنے سے کم از کم یہ تو پتا چل گیا تھا کہ کون اپنا ہے اور کون غیر!" وہ طنز کرنا نہ بھولی تھیں۔ وہ خاموش ہو گئے۔

"کیا پتا وہ واقعی اس کا خیال رکھ سکتا ہو؟ بیٹی کے معاملے میں اس شخص کو خود سے گلے بھی لگانا پڑھ سکتا۔ وہ جو فیصلہ لے گی، ویسا ہی ہونے دینگے۔ اس نے شانزہ کو اس کی مرضی پر چھوڑا ہے کہ وہ اگر رہنا چاہتی ہے اس کے ساتھ رہ سکتی ہے! اور یقیناً وہ اس کے انتظار میں ہوگا۔ شوہر ہے وہ اس کا۔ گھر میں آکر اپنی بیوی کو دیکھ سکتا ہے، بات کر سکتا ہے کیا ہم کچھ کر سکتے ہیں؟ نہیں! نہیں کر سکتے"

وہ بھی ہاں میں سرہلانے لگے۔ شاید مانتے تھے ان کی باتوں کو۔

"اور اگر وہ اس شخص کے پاس نہیں چاہے اور طلاق اس کا فیصلہ ہوگا تو اس کے بعد گھر والے خوش فہمی میں نہ رہیں کہ میں اس کا رشتہ عدیل سے کروں گا!" وہ دو ٹوک بات کر رہے تھے۔

"بلکل بھی نہیں۔۔۔ کبھی بھی نہیں" انہوں نے بھی ان کی بات کی ہامی بھری۔ بدلتے وقت نے سب کے چہرے بے نقاب کئے تھے۔

"میری بات کو سمجھو شانزہ! تم پر کوئی زبردستی نہیں! تمہارا دل کہتا ہے تو ہی پلٹو۔۔۔ کسی کی باتوں میں آنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ جو دل کہتا وہ ہی کرو" اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ فاطمہ نے یقین دلایا تھا کہ وہ اس کے ساتھ ہے۔

"میرا دل بہت کچھ کہتا ہے فاطمہ۔ ایک ہفتہ ہونے کو ہے اور ہم نے ساتھ مل کر ابھرتی شفق بھی نہ دیکھی۔ میں جانا چاہتی ہوں فاطمہ۔ میں چاہتی ہوں امان مجھے خود کال کریں۔ وہ کہیں کہ انہیں میری ضرورت ہے۔ وہ کہیں کہ شانزہ واپس آجاؤ۔ وہ کہیں تو! بس ایک کال کر دیں۔ بس ایک کال" اس کی آنکھوں میں امید کی کرن تھی۔ اسے یقین تھا کہ وہ کال کریگا! اس سے پوچھے گا کیسی ہے امان کی جان؟ وہ اس کے پاس آئے گا اور چوم کر آنکھوں

سے لگائے گا۔ مگر یہ امید بھی اب ماند پڑ رہی تھی۔ ایک ہفتہ گزر گیا تھا اور اس کے موبائل میں "امان" کا نام نہیں چمکا تھا۔

"وہ کال کرینگے تمہیں" اس نے امید دلائی۔

شانزہ نے اثبات میں سر ہلایا۔

"وہ کرینگے! مگر انہیں ایسا کرنے کا تم نہیں کہو گی۔ وہ خود کریں گے۔ محبت بہت گہری ہے ان کی۔ وہ کریں گے۔ اس امید پر قیامت تک بیٹھی رہوں گی"

فاطمہ متحیر ہوئی۔

"تمہیں یقین ہے؟"

"مجھے یقین ہے" وہ جذب سے بولی۔ "وہ صبح کی شفق جھوٹی نہیں ہو سکتی۔ وہ محبت سے دیکھ کر مسکرانا بھی جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ وہ کریں گے کال مجھے۔ پھر ہی میری قدم اس گھر میں اٹھیں گے" ہلکی ہلکی بارش شروع ہو چکی تھی۔ موسم کی پہلی بارش۔۔۔ فاطمہ نے مسکراتے ہوئے کھلے آسمان کو دیکھا اور آنکھیں میچ لیں۔ ٹھنڈی ٹھنڈی بوندیں اس کے چہرے کو برف کرنے لگیں۔ اس نے شانزہ کا ہاتھ تھاما اور اندر لے کر بڑھ گئی۔ بارش میں تیزی آرہی تھی۔ ٹھنڈ بڑھنے لگی۔ وہ اس کے پاس امان کی امانت تھی۔ شانزہ اس کے ساتھ کھینچتی چلی گئی۔

"تم اسے کال کرو زمان! اس سے اس کا حال پوچھو۔ اس سے پوچھو وہ کیسی ہے؟ کیا وہ ٹھیک ہے؟ کال کرو اسے"

زمان نے موبائل سے نظریں اٹھائیں۔ اس کی بات نے اسے کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا۔
"کیا سوچ رہے ہو؟ اسے کال کرو" امان کے ماتھے بل نمودار۔

"میں کیوں کروں؟ تمہاری ذمہ داری ہے! بیوی ہے تمہاری! پوچھو اس کا حال چال! اس سے پوچھو اسے پیسوں کی ضرورت تو نہیں آخر تمہاری ذمہ داری ہے وہ!" زمان نے ہنسیوں اچکائیں۔
امان سوچ میں پڑ گیا۔

"اسے واقعی میں پیسوں کی ضرورت ہو سکتی ہے۔ یہ خیال کیوں نہ آیا مجھے؟"

"ظاہر تمہاری ذمہ داری ہے وہ! تمہیں اتنی دیر سے کیوں یاد آیا؟"

امان نے لب بھینچے۔

"کیا مجھے کال کرنی چاہیے؟" زمان نے اس کے تاثرات جانچنے چاہے۔ اس کے چہرے پر خوف واضح تھا۔

"اس سے اتنا ڈرتے ہو؟"

امان نے نظریں پھیریں۔

"وہ مجھ سے طلاق کا مطالبہ نہ کر دے زنان۔ میں اُس گھڑی سے ڈر رہا ہوں" اس نے اپنا خوف ظاہر کیا۔

"وہ اپنا مطالبہ پہلے ہی پیش کر چکی ہے!"

"مت کہو ایسا زنان! مجھے تکلیف ہوتی ہے" اس نے سر اپنے ہاتھوں میں دیدیا۔
زنان اٹھ کر اس کے قریب آیا۔

"تم اس کو کال تو کرو! اس سے پوچھو! اس سے بات کرو! کیا پتا وہ تمہارا انتظار کر رہی ہو"
زنان نے کہتے ساتھ سائیڈ سے امان کا فون اٹھایا۔

"میں کال ملا رہا ہوں" زنان نے امان کا موبائل سنبھالا۔

"اگر کچھ ہو گیا تو؟ اگر اس نے کہا اتنی مشکل سے تم سے جان چھوٹی ہے تم پھر آگئے؟"

ماتھے پر بل ڈالے وہ پریشانی سے اس سے پوچھ رہا تھا۔

"اچھا ہے کبھی تمہاری بے عزتی بھی ہونی چاہیے تاکہ تم میرا دکھ سمجھ سکو!" کال ملا کر اس

کے ہاتھ میں فون دیا اور اٹھ کر باہر چلا گیا۔ وہ ان کی گفتگو نہیں سننا چاہتا تھا۔ لاؤنج میں بیٹھے

امان کا خوف سے چہرہ رنگ بدل رہا تھا۔ اس نے کان پر فون لگا کر دوسری طرف کھلی کھڑکی کی

طرف دیکھا جہاں ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی۔ اسے شانزہ کی کمی محسوس ہوئی۔

اترا ہے میرے شہر میں محبت بھرا موسم!

"فاطمہ جلدی جلدی اتارو رسی سے کپڑے! بارش تھوڑی دیر میں تیز ہو جائے گی" شانزہ نے ایک ہی وقت میں کافی سارے کپڑے اتارے اور اندر لے کر آئی۔

"میں کوشش کر رہی ہوں کہ ایک وقت میں سارے کپڑے اتار لوں" ٹیرس سے فاطمہ کی آواز آئی۔ شانزہ نے سارے کپڑے اپنے کمرے کے بیڈ پر ڈالے۔

وہ مڑنے لگی کہ موبائل پر آتی کال نے اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔ سائیڈ میز سے اس نے موبائل اٹھا کر نام پڑھا۔ "امان" کا نام جگمگا رہا تھا۔ وہ ساکت ہوئی۔ اس کا کہنا اتنی جلدی قبول ہوگا؟ خوشی اور مسرت کے مارے اس نے کال اٹھا کر کان پر موبائل رکھا۔ وہ خاموش رہی۔ دوسری طرف بھی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ امان کو خوف نے آگھیرا تھا۔ وہ کچھ نہ بولا اور وہ بھی۔

کچھ لمحوں تک وہ دونوں ہی ایک دوسرے کی خاموشی سنتے رہے۔

"شانزہ" ایک لفظ نکلا تھا امان کے لبوں سے!

شانزہ کے چہرے ہر مسکان پھیلی۔ کتنے دنوں بعد اس کے منہ سے اپنا نام سنا تھا۔

"جی" شانزہ نے جواب دیا۔

"کیسی ہو؟" ایک سوال کیا تھا۔

"ٹھیک ہوں۔۔" مختصر جواب۔

"مجھے معاف کر دو۔۔۔" لہجہ کانپ اٹھا۔

"اس سے کیا ہوگا؟"

"میں سب سے معافی مانگ لوں گا! تمہارے بابا سے بھی۔۔۔ اور۔۔ اور اگر تم کہو گی تو عدیل سے بھی" شانزہ نے حیرت سے فون کو دیکھا۔ اس شخص کو عدیل سے کتنی نفرت تھی اس کے باوجود وہ صرف شانزہ کے لئے عدیل کے پاؤں پڑنے کو تیار تھا۔

"ان سب سے کیا ہوگا؟" وہ کیا اگلوانا چاہتی تھی؟

<https://www.classicurdumaterial.com/>
Support@classicurdumaterial.com

"تم لوٹ آؤ شانزہ! میں کہنا چاہتا ہوں کہ۔۔۔ کہ امان کے کان ترس گئے ہیں شانزہ کی آواز سننے کو، اس کی قدموں کی آہٹ سننے کو! وہ چاہتا ہے کہ شانزہ کے ساتھ ابھرتے سورج کو دیکھے، پھیلتی شفق اور اڑتے پرندوں دیکھے اور منظر میں کھو جائے۔ وہ چاہتا ہے کہ شانزہ اسے موقع دے کہ وہ اسے خود اپنے ہاتھوں سے شال پہنائے" وہ رکا نہیں تھا! کہتا گیا!

شانزہ کی سانسیں گہری ہوئیں۔ وہ خاموش ہوا اس کا جواب سننے کے لئے۔ ہمہ کئی لمحے گزر، کافی سیکنڈز گزر گئے مگر اس کی آواز نہ آئی۔ امان کے دل میں خوف کی لہر پھیلی۔ یہ علامت کہیں اس مطالبے کی تو نہیں تھی؟ اس کی سانسیں اٹک گئیں۔

"شانزہ چاہتی ہے کہ اس کا شوہر خود اس کے پاس چل کر آئے!" ساکت ہونے کی باری اب امان کی تھی۔ "وہ چاہتی ہے کہ وہ ہر چھٹی والے روز ساحلِ سمندر پر شفق دیکھتے گزاریں۔ وہ چاہتی ہے کہ اس کا شوہر یہ جان لے کہ وہ اسے چھوڑ کر نہیں جائے گی۔ وہ چاہتی ہے اس کا مجازی خدا اس کا نام دل پر لکھ لے تاکہ وہ مٹ نہ سکے۔ وہ چاہتی ہے کہ اس خوبصورت موسم میں وہ اور اس کا شوہر شہر کی سڑکوں پر آوارہ گردی کریں اور انہیں وقت کا احساس نہ ہو! یہ ملن کا موسم ہے اس لئے شانزہ چاہتی ہے کہ اس کا شوہر آدھے گھنٹے سے پہلے پہلے اس کو لینے آجائے ورنہ وہ پھر سے روٹھ جائے گی" امان کا دل مچل گیا۔ ہکا بکا اس کو سن کر فون کو تکلے لگا۔ یہ وہ کیا کہہ رہی تھی؟ امان کی آنکھیں گیلی ہوئیں۔ وہ متحیر ہوا۔ کیا وہ اپنی قسمت پر رشک کرے؟ وہ چلتا ہوا لاؤنج کے دروازے پر آیا جس کے باہر گارڈن تھا۔

"اور تمہیں پتا ہے امان کیا چاہتا تھا؟ امان چاہتا ہے اس کی شانزہ جلدی سے تیار ہو جائے کیونکہ کراچی کی سڑکیں اور یہ موسم ان کا انتظار کر رہے ہیں۔ میں آرہا ہوں شانزہ! تمہارا امان آرہا

یے۔ میرا انتظار کرو" شانزہ نے مسکراتے ہوئے ساتھ کال کاٹی اور نیچے نفیسہ کے کمرے میں بھاگی۔

"اماں میں جارہی ہوں" خوشی سے کہتے ہوئے اس نے نفیسہ کو اطلاع دی۔ نفیسہ نے پیچھے مڑ کر شانزہ کے چہرے کو دیکھا جہاں زندگی سے بھرپور مسکراہٹ تھی۔ مدہم سی مسکراہٹ ان کے لبوں پر رینگتی تھی۔

"میں جا رہا ہوں زمان۔ وہ میرا انتظار کر رہی ہے" خوشی سے پھیلتی اماں کی آنکھوں کو دیکھتے ہوئے وہ ہونقوں کی طرح اسے دیکھنے لگا۔ موبائل زمان کے ساتھ چھوٹتے ہوئے بچا۔

"کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟" وہ خوشی کے مارے چیخا تھا۔

اماں جو تیزی سے جیکٹ پہن رہا تھا اس نے آنکھوں میں آئے آنسو کو انگلیوں کے ساتھ اثبات میں سر ہلایا۔ زمان اس کے تیزی سے آکر گلے لگا۔

"میں نے کہا تھا نا وہ آئے گی؟ بس ایک کال کرنے کی دیر تھی۔ جاؤ اس کے پاس! اللہ تمہیں ہر خوشی دے۔ کامیابی تمہارے قدم چومے" اس نے اسے زور سے بھینپا اور تپک کر پیچھے ہٹ گیا۔

اماں نے مسکرا کر صوفے سے شال اٹھائی۔

"شال کس کے لئے لے کر جا رہے ہو؟" وہ اسے چھیڑتے ہوئے پوچھنے لگا۔

"میں جانتا ہوں وہ شال نہیں پہن کر آئے گی! مجھے ہی دینی پڑے گی" کہتا ساتھ چابی اٹھاتا مسکراتا ہوا باہر نکل گیا۔ پیچھے کھڑا زمان نے آج کتنے دنوں بعد اس کے چہرے پر کھلتی ہوئی مسکراہٹ دیکھی تھی۔ وہ اب بھی بے یقین تھا اور آنکھیں پھاڑے یقین کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ تو کیا وہ اسے معاف کرنے کا فیصلہ کر چکی تھی؟ زمان نے مسکرا کر امان کو جاتے دیکھنے لگا۔

وہ تقریباً بھگاتا کو گاڑی لایا تھا۔ وہ اس موسم کا لطف اپنی شریک حیات کے ساتھ مل کر لینا چاہتا تھا۔ گھر کے سامنے گاڑی روک کر گاڑی کا ہارن بجایا اور بجاتا چلا گیا۔ اندر نفیسہ کے پاس بیٹھی اس کی گاڑی کا ہارن سنا تو پرس اٹھاتی ماں کے گلے لگتی باہر کی جانب بھاگی۔ دروازہ کھول کر گاڑی میں بیٹھی اور گردن موڑ کر اسے دیکھنے لگی۔ وہ اسے دیکھنے میں اتنا محو تھا کہ اسے مخاطب بھی کرنا بھول گیا تھا۔

"پوچھیں گے نہیں کہاں جانا چاہوں گی؟"

اس نے محبت سے شکوہ کیا۔

"کہاں جانا چاہو گی؟" اس کی آنکھوں میں جھانکتا ہوا وہ اس کے سحر میں کھویا ہوا تھا۔

"بہت دیکھ لیا ہم نے ابھرتا سورج! اب ہم ڈوبتا سورج دیکھیں گے۔۔۔ اس ہلکی رم جھم میں شانزہ اور شانزہ کا امان دونوں ساحل کنارے کھڑے ہو کر اپنے مستقبل کا سوچیں گے۔ اپنی

زندگیوں سے وحشتوں کو ختم کر دیں گے۔ بھاپ اڑاتی چائے بھی پیئیں گے اور دونوں ہاتھوں میں ہاتھ تھامے ننگے پیر گیلی ریت پر چلیں گے۔ جب پورے طریقے سے دل بھر جائے گا تو گھر کی راہ لیں گے اور زمان بھائی کی شادی کے بارے میں سوچیں گے "وہ آخری جملہ ہنستے ہوئے بولی تھی۔ وہ اس کی کھلکھلاہٹ میں کھو جانا تھا۔ وہ اس کا ہو جانا چاہتا تھا۔ وہ اس کا ہو چکا تھا۔ اسے اپنی قسمت پر رشک محسوس ہوا۔ اسے یاد آیا وہ کتنی بار اپنی قسمت کو کوس چکا ہے۔ قسمت بری نہیں ہوتی بلکہ انسان جو کچھ بوتا وہی کاٹتا ہے۔ وہ اس کے ساتھ تھی یہ کافی تھا امان کے لئے۔

شاہ منزل میں رنگ بکھیرتی خوشی کا داخلہ ہوا تھا۔ تین دن سے سب کچھ بدلا ہوا تھا۔ اس گھر میں شانزہ کو لوٹے تیسرا دن تھا۔ یہاں زمان کے قہقہوں کے ساتھ امان کی ہنسی بھی گونج رہی تھی۔

"ناشتہ تو لادے کوئی اللہ کا بندہ" وہ ڈائینگ ٹیبل پر بیٹھا پندرہ منٹ سے دہائیاں دے رہا تھا۔ "لارہی ہوں زمان بھائی" وہ کچن سے ٹرے لے نکلی اور میز پر رکھی۔ "واہ واہ کیا ناشتہ بنایا ہے" اس نے ڈھکن اٹھا اٹھا کر دیکھے۔ شانزہ نے مسکرا کر ارد گرد دیکھا۔ "امان کدھر ہیں؟" اسی وقت امان لاؤنج میں داخل ہوا۔

"نام لیا شیطان حاضر" زمان اسے اوپر سے نیچے تک دیکھتا ہوا بولا۔

"کیا کہا ذرا واپس تو دہرانا" امان نے اس کا کان پکڑ کر کھینچے رکھا۔۔

"آہ ہ۔۔ دیکھو "ش" کا کمال ہے! اب میں تمہیں شیطان کہوں یا شوہر! بات تو ایک ہی ہے"

وہ اپنا کا چھڑاتا ہوا بولا۔

"ہم بھی دیکھیں گے" امان مسکراتا ہوا بخویں اچکاتا ڈائیننگ ٹیبل کی کرسی کھینچ کر بیٹھا۔

"شادی تو ہو جانے دو" وہ ناشتہ شروع کرتے ہوئے بولا مگر پر کچھ یاد آنے پر ہاتھ روک لئے۔

"شانزہ آجاؤ اس سے پہلے میں تمہارے شوہر کو کھا جاؤں! بھوک ناقابل برداشت یے" زمان

نے کچن کی طرف آواز لگائی۔

"آرہی ہوں زمان بھائی" کہتے ساتھ چائے کی ٹرے بھی لے آئی۔ ٹرے میز پر سجا کر امان کے

برابر میں بیٹھ گئی۔ سب نے ناشتہ ساتھ شروع کیا۔ زمان کے موبائل پر بپ ہوئی تو وہ بائیں

ہاتھ سے موبائل نکال کر نوٹیفکیشن دیکھنے لگا۔

شانزہ نے اسے مصروف دیکھا تو امان کی طرف گردن موڑی۔

"میں نے آپ کے لئے کافی بنائی ہے" مدہم آواز میں کہتی وہ نظریں ملا کر بھی نہ بول پائی

تھی۔ امان کے لبوں ہر مسکراہٹ پھیلی۔

"نوازش آپ کی" اس کی جھکی پلکوں اور سرخ ہوتے گالوں کو دیکھنے میں اتنا محو تھا کہ یہ بھی

نہ محسوس کر سکا کہ کوئی اسے دیکھ رہا ہے۔

"ٹھیک ہے بیوی ہے مگر کمرے سے باہر صرف مجھے دیکھ کر گزارا نہیں کر سکتے؟" زمان نے اسے گھورا۔ امان گڑبڑایا۔

"نہیں وہ۔۔ میں۔۔"

"مجھے بھی دیکھ لیا کرو" زمان نے شرمندہ ہوتے امان کو دیکھا۔ شانزہ کی جھکی نظریں اور جھک گئیں۔

"تمہیں دیکھنے سے اچھا میں کسی دیوار کو گھور لوں" زمان نے ہنسیوں اچکائیں۔

"اپنے مشاغل بیان نہ کرو شاہ صاحب" اس نے چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے کہا۔ امان نے خاموشی میں ہی عافیت جانی۔

"خیر میری بات سنیں آپ دونوں! آج آپ دونوں نے گھر جانا لے میرے! اور جیسے میں نے

بتایا تھا ویسے ہی کہنا ہے آپ نے امان!! اوکے؟" زمان کسی کو سوچ کر مسکرا دیا۔

"ہم کل جائیں گے" امان نے اپنا فیصلہ سنایا۔

"ہاں یہ ٹھیک کہہ رہا ہے" زمان نے اس کا ساتھ دیا اور دونوں نے آپس میں تالی ماری۔

"ہم آج ہی جائیں گے۔ میں نے ماما سے کہا تھا کہ کچھ روز میں آپ دونوں کو لے کر آؤں

گی! کسی سے نہیں ملے آپ لوگ اور اکثر نے تو چہرے بھی نہیں دیکھے آپ کے" وہ دونوں کو

باری باری گھورتے ہوئے بولی۔

"بلکل ٹھیک! ہم آج ہی جائیں گے" امان نے پینترا بدلا۔ زمان حیرانی سے اسے دیکھنے لگا۔
 "اوہو! فوراً اپنی بات سے پھر گئے؟"

"بیوی کی بات بھی ماننی پڑتی ہے یار" وہ مبہم سا مسکرایا۔ شانزہ بھی ہنس دی۔
 "شانزہ!" امان نے شانزہ کو مضطرب کیا۔

"میرا جانا بنتا ہے مگر زمان کیوں؟" اس نے آنکھیں سکیر کر زمان کو دیکھا۔
 "تو کیا مجھے جھولے سے اٹھایا تھا؟ میں تمہارا بھائی نہیں ہوں؟" اس نے میز پر ہاتھ مارا۔
 "میں نے آپ کو بتایا تھا کل رات! ان کا پروپوزل لے کر جانا ہے۔" شانزہ نے امان کے
 آگے اس کی کافی کا کپ رکھا۔

"اس کا رشتہ؟ اتنا بڑا ہو گیا ہے یہ پتا بھی نہیں چلا" امان کی بات ہر شانزہ کا اپنی ہنسی نہ
 روک پائی۔

"ہاں میں اس کے ہونے کے دس سال بعد پیدا ہوا تھا" زمان نے طنز کیا۔ امان کا قہقہہ گونجا
 "ویسے شانزہ بھابھی! کہو گی کیا وہاں پر جاکر؟"

"کس بارے میں؟"

"میرا پروپوزل؟"

"فاطمہ نے گھر میں سب کو بتادیا ہے نا؟" شانزہ نے کنفرم کرنا چاہا۔

"ہاں کہہ رہی تھی صبور آنٹی کو بتادیا ہے! یقیناً انہوں نے سب کو خبر کر دی ہوگی"

"اوہ اچھا اچھا! پہلے تو ملاقات کرواؤں گی۔ پھر کہہ دوں گی اپنے دیور کا پروپوزل لائی ہوں"

صدمہ!

ایک اور صدمہ!

"کون دیور؟؟؟ جیٹھ ہوں تمہارا میں" اس نے میز پر پھر سے ہاتھ مارا۔ میز توڑنے کا پورا ارادہ کیا ہوا تھا۔

"کیوں؟ کیا آپ بڑے ہیں امان سے؟" لہجے میں حیرانگی واضح تھی۔

"دس منٹ بڑا ہوں میں پورے!" اس نے جیسے کوئی بہت بڑی اطلاع دی۔

"واقعی؟" شانزہ نے آنکھیں پھاڑیں۔

"کوئی شک؟"

شانزہ نے حیرت سے امان کو دیکھا جو کندھے اچکاتے ہوئے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"ہاں دیکھ لو ایک دوسرے مگر خدا کا واسطہ ہے اب مجھے دیور مت کہنا! کہہ دینا کہ جیٹھ کا

رشتہ لائی ہوں"

شانزہ چونکی۔

"چلیں جیسا آپ کہتے ہیں ویسا ہی ہوگا" وہ مسکراتے ہوئے اس کا دل رکھتے ہوئے بولی۔ زبان

بہل گیا۔ امان اس سب میں صرف ہنسی قابو کرتا رہ گیا۔

"اماں وہ لوگ دوپہر تک آئیں گے!" وہ دھلے ہوئے پردوں کو لگاتے ہوئے بولی۔
 "تمہارے ابا پہلے دیکھیں گے اس لڑکے کو" وہ صوفوں کے کشن ترتیب سے رکھ رہی تھیں۔
 "اماں اب تو سب پتالگ چکانا! اب کیوں دیکھیں گے؟"
 "باپ لیے وہ! ہر چیز دیکھیں گے! سب اچھا ہی نکلا ہے مگر ایک نظر ہمیں بھی تو دیکھنے دو
 لڑکے کو"

"میں نے سب چیزیں تیار کر دیں ہیں بھابھی! بس سب کچھ اچھا ہو جائے" نفیسہ ڈرائیونگ روم
 میں داخل ہوئیں۔
<https://www.classicurdumaterial.com/>

"چلو یہ تو اچھا ہو گیا۔ فاطمہ وہاں سے جھاڑو صوفوں کو! اور دیکھو میز پر کتنی گرد ہے، جاؤ صاف
 کرو!" انہوں نے اسٹول پر کھڑی فاطمہ کو حکم دیا۔
<https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/>
 "اماں میں دلہن ہوں! مجھ سے ہی کام کروا رہی ہیں؟ میں ایسے تو گندی ہو جاؤ گی" وہ منہ بسور
 کر بولی۔

"ارے فاطمہ تم جاؤ اور اپنا حلیہ ٹھیک کرو! میں کر دیتی ہوں" رمشا نے اسے اسٹول سے
 اترنے میں مدد دی۔

"اتنا پروٹوکول مجھے کبھی پہلے نہیں دیا کسی نے" وہ ایک ادا سے اترنے لگی کہ زین پر گر گئی۔

"ہائے اؤے رمشا کی بچی! گرا دیا مجھے!" وہ کمر پر ہاتھ رکھے دہائیاں دینے لگی۔ رمشا نے اپنی انگلی دانتوں میں دبائی۔

"بس بہت ہو گئے نخرے! جاؤ فاطمہ کمرے میں اور ہاں اگر تمیز سے تیار ہو کر نہیں آئی تو میں نے لڑکے کے منہ پر کہہ دینا ہے یہ ماسی ہے ہمارے گھر کی" ڈپٹتے ہوئے اسے ہاتھ بڑھا کر اٹھایا اور کمر پر ایک لگا کر کمرے میں بھیجا۔

"چلو بھئی۔۔ گھر کی دوسری لڑکی کی بھی شادی ہو جائے گی۔ رمشا کے لئے بھی ہمیں اگلے ہفتے ایسے ہی تیاری کرنی ہے۔ اگلے ہفتے اسے دیکھنے اس کے ماموں کے گھر والے جو آرہے ہیں" نفیسہ نے ہلکی پھلکی چھیڑ چھاڑ شروع کی۔

رمشا کے رخسار لال ہوئے۔ صبور نے اس کی پیشانی چومی تو وہ ان کے گلے لگ گئی۔ وہ عدیل کو پانے کی خواہش فراموش کر چکی تھی۔ جب آپ سے کوئی نفرت کا اظہار کر کے آپ کو کبھی نہ اپنانے کی بات کر دے تو پھر اس کے پیچھے جانا بے وقوفی ہے اور اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے کہ اس کے ماموں زاد کا رشتہ اس کے لئے آ رہا ہے۔ وہ یقیناً اسے پسند کرتا تھا جیسی تو رشتہ بھجوا رہا تھا۔

"نفیسہ جلدی جلدی سب کام کر لیتے ہیں! پھر ہمیں اپنے شوہروں کے کپڑے بھی استری کرنے ہیں!" صبور کی بات نے نفیسہ کو یاد دلایا کہ وہ کل رات سے ناصر صاحب کو کوٹ پینٹ پہننے پر راضی کر رہی تھیں مگر وہ ایک بات پر اڑے تھے۔

"میں صرف کرتا شلوار ہی پہنوں گا" وہ جھجھلا سی گئی تھیں۔

"ٹھیک ہی کہہ رہی ہیں آپ" وہ اثبات میں سرہلاتی کام میں لگ گئیں۔

وہ کچھ دیر پہلے شاور لے کر نکلی تھی اور اب ڈرائیو سے بال سکھا رہی تھی۔ گھنے لمبے براؤن بال اس کے قابو میں نہیں آرہے تھے۔ موبائل کی بیل نے اسے اپنی جانب متوجہ کیا۔ زمان کی آتی کال نے اس کے لبوں پر مسکراہٹ بکھیر دی۔ اس نے جھٹ سے کال ریسپونڈ کی۔

"ہیلو لیڈی ڈ۔۔۔" وہ ابھی بول رہی رہا تھا کہ فاطمہ نے اس کی بات کاٹی۔

"اس کے آگے ایک لفظ نہیں بولنا" انگلی اٹھا کر ایسے وارن کر رہی تھی جیسے وہ واقعی سامنے کھڑا ہو۔ زمان نے ہنسی مشکل قابو کی۔

"اچھا جی نہیں بولتا! خیر آپ بتائیں" وہ خود اپنے کمرے کے آئینے کے سامنے کھڑا کلون لگاتا ہوا پوچھ رہا تھا۔

"تم تیار ہو گئے؟" مدہم آواز میں پوچھا گیا سوال۔

زمان مبہم سا مسکرایا۔ ایک نظر خود کو آئینہ میں دیکھا اور بال سنوارے۔

"ہو رہا ہوں۔ خود کو آئینہ میں بھی دیکھ رہا ہوں"

فاطمی کی پلکیں جھکیں۔

"کتنا وقت لگے گا؟" دھیرے سے ایک اور سوال کیا۔ اس کی آواز زمان کے سماعتوں سے ٹکرائی، زمان کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ اتنا مدہم اور دھیرے بھی بولتی ہے؟ کیونکہ ہر بار تو کان پھاڑ دینے والی آواز ہی سنی تھی۔

"تھوڑا وقت اور! شانزہ اور امان اپنے کمرے میں ہیں۔ تیار ہو رہے ہیں اور پتا ہے میں نے کونسے رنگ کا سوٹ پہنا ہے؟ گہرا نیلا! نیوی بلو! یہ رنگ بابا کو بہت پسند تھا۔ بس اپنی زندگی کو بابا کی طرف سے دیئے گئے سبق اور کی گئی تاکید کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کر رہا ہوں۔"

"تیار ہو جاؤ پھر مجھے ایک تصویر بھی دینا زمان۔ میں اپنے پاس رکھنا چاہتی ہوں اس تصویر کو" قدرے جذب سے وہ اپنی خواہش کا اظہار کر رہی تھی۔

"جب تمہیں یہ پورا کا پورا شخص مل ہی رہا ہے تو تصویر کو اپنے پاس کیوں رکھنا چاہتی ہو" خواہش بے تحاشہ اچھی تھی مگر تھوڑی الجھی ڈوریں بھی سلجھانی تھیں۔

"اگر نصیب میں ہمارا ساتھ ہے تو ساتھ کھڑے ہو کر بھی تصویر لیں گے۔۔۔ ہم انسان صرف کوشش کر سکتے ہیں مگر نصیب اور قسمت اللہ کے ہاتھوں میں ہے۔ پورے دل سے تمہاری ہونا چاہتی ہوں لیکن اگر نصیب نہ ملا پائی تو ایک تصویر تمہاری ضرور رکھوں گی! اس لئے نہیں کہ روگ ساری زندگی کے لئے سینے سے لگا کر رکھنا ہے۔ بلکہ اس لئے کہ اگر کبھی زندگی میں اپنوں

سے تھک گئی اور ہمت ہارنے لگی تو تمہاری تصویر دیکھ لیا کروں گی۔ بہت ہمت ملے گی مجھے اس شخص کو دیکھ کر جو ایک اچھا بھائی بھی بنا اور ایک اچھا انسان بھی۔ جو اپنوں کو دکھی نہیں دیکھ سکتا۔ جو تکلیف دیکھتا ہے تو اپنے بھائی کے آنسو پونچھنے لگتا ہے یہ پرواہ کئے بغیر کہ اس کے بھی تو آنسو بہہ رہے ہیں۔ وہ بھی تو تڑپ رہا ہے۔ جب جب میں کمزور پڑنے لگوں گی تمہیں دیکھ لوں گی۔ مجھے ظرف اور مضبوط انسان کی ایک تصویر چاہئے۔ میں تمہاری لینا تصویر لینا چاہتی ہوں۔" ایک ایک الفاظ زبان کے دل پر لگ رہا تھا۔ وہ سر جھٹک کر مسکرایا۔

"اس کے لئے میرے بھائی کی تصویر بھی لینی پڑیگی۔ کیونکہ یہ وہی شخص جس نے مجھے اتنا مضبوط اور بہادر بنایا میرے خدا کے بعد! یہ وہی شخص ہے جس نے مجھے ہر اندھیرے اور غم کی دلدل سے باہر نکالا اور خود دلدل میں پھنستا چلا گیا۔ یہ میرا بھائی نہیں ہے صرف! خدا کے بعد میرا آخری سہارا ہے" دل کی گہرائی سے وہ اپنے بھائی کا شکر گزار تھا۔

"دونوں ہی پرفیکٹ ہو! میں نے کبھی بھائیوں میں اتنی محبت نہیں دیکھی!" وہ سانس لینے کو رکی "تو تم مجھے اپنی تصویر دو گے نا؟" وہ بچوں کی طرح اپنی خواہش ظاہر کر رہی تھی۔

"آپ کی خواہش سر آنکھوں پر" لہجہ میں صدق تھی۔

"ٹھیک ہے! اب تم ایسا کرو تیار ہو جاؤ! اور مجھے بھی ہونے دو! سمجھ آئی ہے بات؟؟؟" وہ اپنے پرانا رویہ اختیار کرتے ہوئے بولی اور کال کاٹ دی۔

دوسری طرف موجود زمان نے خفا خفا سی نگاہوں سے فون کو گھورا۔ وہ ہمیشہ اپنی بات کر کے کال کاٹ دیا کرتی تھی۔ کچھ یاد آنے پر سر جھٹک کر مسکرا دیا۔ اسے اب اپنی آدھی تیاری پوری کرنی تھی۔

کانوں میں جھمکے پہنتے ہوئے اسے درد کا احساس ہوا۔
 "اف کافی عرصے کچھ پہنا بھی تو نہیں کان میں" کان کو مسلتی وہ پھر سے جھمکے ڈالنے لگی۔ مشکل دونوں کانوں نے اس کا ایک منٹ کا وقت لیا۔ وہ اب تیار تھی۔ لائٹ میک اپ اور ہلکی جیولری۔ رمشا کمرے میں داخل ہوئی۔
 "کیسی لگ رہی ہوں میں رمشا" اس نے اپنی تیاری دکھائی۔ وہ نظر لگ جانے کی حد تک خوبصورت لگ رہی تھی۔ پیلے رنگ کی سادی میکسی تھی جس پر کسی قسم کا نہ پرنٹ تھا نہ کام۔ گلابی رنگ کا ڈوپٹہ اس نے اپنے گرد لپیٹا ہوا تھا جس پر ستارے اور بیل لگی تھی۔
 سادی سی پیلی میکسی پر گہرا گلابی بھرا ہوا ڈوپٹہ اس پر اٹھ رہا تھا۔ سلیقہ سے بالوں کو کندھوں پر بچھائے، ہلکے جھمکے اور ہلکی لال لپ اسٹک میں وہ بہت زیادہ پیاری لگ رہی تھی۔
 "وہ تمہیں دیکھتے ہی پسند کر لے گا" اس نے فاطمہ کو نیچے اور تک دیکھا۔
 "وہ اسی لئے آ رہا ہے رمشا۔ محبت کرتا ہے جی بھی تو آ رہا ہے" وہ سرخ ہوتے رخسار اور جھکی پلکوں سے ہاتھ میں باریک کنگن پہن رہی تھی۔

"ہاں مگر تمہیں دیکھنے کے بعد نہ کرنے کی بھی گنجائش نہیں رہے گے۔ وہ سیدھا نکاح کی خواہش نہ کر دے کہیں!" رمشا کی چھیڑ چھاڑ اس کے گال اور لال کر گئی تھیں۔

"تم بھی پیاری لگ رہی ہو رمشا" اس نے رمشا کی طرف نظر دوڑائی جو پرنڈ سوٹ میں بے حد ہلکا میک اپ کئے ہوئے تھی۔

"ہم کہاں؟ ابھی پیارا لگنے کی باری ہی آپ کی ہے! ہم ہونگے نا تیار لگے ہفتے" وہ ایک ادا سے بولی تو فاطمہ کھلکھلا دی۔
کچھ لمحوں کی خاموشی چھائی۔

"دعا ہے کہ تم ہمیشہ خوش رہو۔۔۔" ہاتھوں کی پوروں سے اس کا چہرہ چھوا اور مسکراتے ہوئے دعا دی۔

فاطمہ نے مبہم سا مسکرا کر اسے گلے لگایا۔ رمشا نے ہاتھ اس کے گرد پھیلا دیئے۔
"اور میری دعا ہے تم بھی خوش رہو"

"آمین" رمشا اور فاطمہ کے لبوں سے ایک ساتھ نکلا اور وہ دونوں ہی اس اتفاق پر ہنسنے لگیں۔

سر مئی رنگ کا ہلکا کام ہوئی جوڑا پہنے ساتھ کی لپ اسٹک لگاتے ہوئے وہ بس ایک ہی آواز بار بار لگا رہی تھی۔

"امان تیار ہو جائیں کتنا وقت ہو گیا ہے" لپ اسٹک کا کیہ لگا کر رکھا اور آئی لائینر اٹھایا۔

"یار میں پیچھے ہی کھڑا ہوں اور آپ کو میری پرواہ ہی نہیں! دیکھیں تیار ہو چکا ہوں میں" پیچھے سے آتی آواز کی سمت مڑی تو واقعی تیار تھا۔

ڈارک براؤن رنگ کا کوٹ پہنے، نکھرا نکھرا سا چہرہ، اور ہاتھ میں شانزہ کی دی ہوئی واچ۔ شانزہ کی نظریں اٹک گئیں۔

"بہت اچھے لگ رہے ہیں آپ" مسکرا کر اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگی۔

"نوازش آپ کی!" وہ اس کے قریب آیا۔

"لیکن اگر آپ تیار نہیں ہوئی اور ہمیں دیر ہوگئی تو زمان کی چیخنے کی آوازیں آئیں گی اور کیا گارنٹی اسے آپ قابو کر لیں گی؟"

شانزہ کو ہوش آیا۔ اس نے اپنی تیاری جلد ہی مکمل کی۔

اسی وقت باہر سے آواز آئی۔

"جانے کا ارادہ ہے کہ نہیں؟ یا میں سو جاؤں؟"

شانزہ اور امان نے ایک دوسرے کو دیکھا۔

"کہہ تو آپ ایسے رہے ہیں جیسے کہ آپ کے ترلے کرنے پڑے تھے ہمیں؟ مجھے پتا ہے آپ کیوں جارہے ہیں! دلی مراد پوری کرتے ہیں آپ کی! خیر ہم آرہے ہیں" اس نے بند دروازے سے ہی آواز لگائی۔ امان اپنی بیڈ کی ساڈ میز کی جانب آیا۔ دراز کھول کر اندر سے ایک چھوٹی ڈبیا نکالی۔ وہ تیار ہو چکی تھی۔ دھیرے قدم اٹھاتا اس کے قریب آیا۔

شانزہ نے اس کی نظروں تپش اپنے چہرے پر محسوس کی۔

"بہت خوبصورت" نظریں اس کے چہرے کا طواف کرنے لگی۔ شانزہ نے بال کھولے ہوئے تھے۔ وہ اس کو دیکھنے میں محو تھا۔ شانزہ نے پلکیں اٹھا کر اسے دیکھا۔ وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ شرم کے بارے اس نے نگاہیں پھر سے جھکا لیں۔ امان نے ڈبیا کھول کر آنکھوں کی نکالی اور دھیرے سے اس کا ہاتھ پکڑا۔

شانزہ کی نگاہیں اپنے ہاتھ کے ساتھ بے اختیار اٹھیں۔ امان نے وہ خوبصورت چمکتی رنگ اس کی انگلی میں پہنائی۔ شانزہ دھیرے سے اپنی انگلی میں موجود وہ چمکتا موتی دیکھنے لگی۔ اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اس نے چوما اور آنکھوں سے لگایا۔

شانزہ کے دونوں کانوں کی لو سرخ ہو گئیں۔

"امان کی شانزہ" دھیرے سے کہتے ہوئے شانزہ کی آنکھوں میں جھانکے لگا۔ شانزہ کی جھکی آنکھیں اور جھک گئیں۔ امان کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ شانزہ کا نظریں جھکانا اسے اتنا بھاگیا تھا کہ لطف لے کر کھلکھلانے لگا۔

"نیچے آجائیں زوجہ" اس کی ناک کو چھوتے ہوئے بولا۔ وہ اثبات میں سر ہلاتا ہوئے آئینہ کی جانب مڑی۔

آئینہ میں آتا دونوں کا عکس کتنا مکمل لگ رہا تھا نا۔ شانزہ اسے تکتے لگی۔ امان نے اپنا دائیں ہاتھ جیب میں رکھا اور آئینے میں دیکھ کر مسکرا دیا۔

شانزہ نے نظریں جھکائیں۔

زمان کی باہر سے آتی آواز پر امان مرگیا۔

"شانزہ کا امان" شانزہ اس کی جاتی پشت کو تکتے ہوئے مسکرا کر زیر لب بولی۔

بس اب سب مکمل ہے! وہ وعدہ دے چکی تھی اسے کہ کبھی زندگی میں وہ اسے تنہا نہیں کرے گی! خدا کے بعد وہ دونوں ایک دوسرے کی حفاظت کریں گے۔

"عدیل! تم کہیں جارہے ہو" صبور اس کے کمرے میں داخل ہوئیں۔ وہ سنگھار میز کے آگے کھڑا تھا۔ صبور کی آواز پر پلٹا۔

"تو کیا چاہتی ہیں آپ؟ یہاں بیٹھ کر کڑھتا رہوں؟ اس بے غیرت شخص کا منہ دیکھوں؟

دوستوں کے پاس جا رہا ہوں میں" وہ نظریں پھیر کر بد لحاظی سے بولا۔ صبور خود بھی یہی چاہتی

تھیں کہ وہ باہر چلا جائے۔ انہیں اطمینان ہوا۔

ان کے جانے کے بعد عدیل نے کال ملائی۔

"ہیلو" عدیل نے دوسری طرف موجود شخص سے کہا۔

"ہاں وقاص! سب پلین کے مطابق ہی ہوگا! دس منٹ میں گھر سے نکل رہا ہوں"

"ہاں ہاں پستول میرے پاس ہے۔ بس میرا انتظار کر" عدیل نے کہتے ساتھ کال رکھ کر اپنے جوتے پہنے اور وارڈروب کی جانب بڑھ گیا۔ کپڑے میں لپیٹی ہوئی پستول جیب میں رکھ کر باہر نکل گیا۔

شانزہ سنبھل کر گاڑی سے اتری۔ امان نے گاڑی لاک کی اور تحائف نکال کر شانزہ کو پکڑائے۔

"یہ مجھے کیوں پکڑا دیئے؟ یہ لیں زمان بھائی آپ پکڑیں" اس نے تحائف زمان کو پکڑانے چاہے۔

"میں دلہا ہوں! کچھ پروٹول دینے کے بجائے سارا سامان مجھے پکڑا دو تم لوگ" زمان نے برا سا منہ بنایا اور ہاتھ پیچھے کئے۔

شانزہ نے حیرت سے منہ کھولا۔ امان نے ہاتھ بڑھا کر شانزہ سے سامان لیا۔

"استغفر اللہ اب تمہیں سر کا تاج تو نہیں بنا سکتے نا زمان۔ کتنا چاہئے اور پروٹوکول!؟ ہتھیار لے کر تمہارے پیچھے گھومیں کیا؟" امان نے اسے گھورا۔

"ہاں مگر اچھے سے بات کر سکتے ہو تم! اور خدا کا واسطہ ہے اگر میری بے عزتی کرنے کی کوشش کی"

امان زور سے ہنس دیا۔

"ارے نہیں زمان بھائی۔ بس دعا کریں کہ میں اندر جو بولوں اچھا بولوں! پہلی بار کسی کا رشتہ لینے جارہی ہوں"

زمان نے اسے سرتاپہ دیکھا۔ وہ ٹھیک ہی کہہ رہی تھی۔ زیر لب دعا پڑھ کر اس پر پھونک دی۔

"میں نے اپنے حصے کا کام کر دیا ہے! اب سنبھالنا تمہاری ذمہ!" وہ دعا کا ورد کرتا ساڈ پر ہو گیا۔ شانزہ اور امان دونوں ہی اسے گھور کر رہ گئے۔

"ویسے بھائی اور بھابھی! اندر جانا ہے یا یہیں سے رشتہ اندر پھینکنا ہے؟" دونوں ہاتھ کوٹ کی جیبوں ڈال کر وہ طنز کرنے کا کوئی موقع نہیں چھوڑ رہا تھا۔

"زمان بھائی میں آپ کو گرتے نہیں دیکھ سکتی!" وہ بہت پہلے ہی ثابت کر چکی تھی کہ وہ اس کی بہن ہے۔

"شانزہ لگتا ہے اسے بہت جلدی ہے! تو پھر ایسا کرتے ہیں کہ سب سے پہلے اسے اندر بھجوادیتے ہیں۔ کیوں صحیح کہا نا؟" شانزہ نے ہنستے ہوئے ہامی بھری۔ شانزہ نے آگے بڑھ کر دروازہ کھٹکھٹایا۔ دروازہ رمشا نے کھولا تھا۔

"چلیں" شانزہ نے پیچھے ہو کر دونوں کو اندر جانے کا اشارہ دیا۔ امان نے زمان کو پکڑ کر اندر کرنا چاہا مگر زمان جھٹکے سے دور ہوا۔

"تم جاؤ پہلے اندر" زمان نے امان کو دھکا دیا۔

"میں کیوں جاؤں؟" وہ دانت پیس کر پوچھنے لگا۔

"کیونکہ تم داماد ہو" زمان اس کو یاد دلادیا۔

"تم بھی تو ہو"

"ہاں مگر ابھی اصلی والا نہیں بنا"

رمشا دونوں کو آنکھیں پھاڑے دیکھ رہی تھی۔ کوئی اتنا ایک دوسرے کا ہمشکل کیسے ہو سکتا

ہے؟

<https://www.classicurdumaterial.com/>

Support@classicurdumaterial.com

<https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/>

"دودن سے تو اس گھر کا داماد کہہ رہے تھے خود کو! اب کیا ہوا؟"

"اگر ایسا ہے نا تو میں ----" اس نے اپنے آپ وارن کرتے ہوئے بات ادھوری چھوڑی۔

"کیا میں؟" امان نے بخنویں اچکائیں۔

"تو میں واپس جا رہا ہوں گھر" دھیرے سے کہتے ہوئے وہ مڑ گیا کیونکہ وہ یہ خود بھی جانتا تھا کہ

اس کی امان کے آگے نہیں چل سکتی۔

"ہاں شاباش! جاؤ جاؤ!" امان کے یوں کہنے پر جاتے زمان نے مڑ کر اسے دیکھا۔

"ہاں جارہا ہوں میں!"

"ہاں ہاں جاؤ جاؤ"

شانزہ ہونقوں کی طرح ان دونوں کو دیکھنے لگی۔

"میں چلا جاتا اگر مجھے تمہارا خیال نہ ہوتا" وہ پلٹ کر منہ پھیرتا دروازے سے اندر داخل ہوا جیسے احسان کیا ہو۔

شانزہ ماتھے پر ہاتھ مارتی اس کی پشت گھور کر رہ گئی۔

"اب آپ جائیں گے یا آپ نے بھی واپس جانا ہے؟"

<https://www.classicurdumaterial.com/>

"اگر تم کہو تو واپس چلا جاتا ہوں کیونکہ مجھے لگتا اندر کا ماحول بہت گرم ہے! مجھے دیکھ کر سب

کے دماغ کی پھرکی گھوم جائے گی" معصومیت سے کہتا ہوا اندر جھانکنے لگا جہاں سے صرف دیوار

کے علاوہ کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ ہاں لیکن اندر کھڑا زمان اسے دیکھ کر اپنے دانت دکھا رہا تھا۔

"آپ اندر جارہے ہیں یا نہیں" وہ سنجیدگی سے ہو چھنے لگی۔

"جارہا ہوں آپ ناراض نہ ہوں" لا حولہ کا ورد کرتا ہوا وہ اندر داخل ہوا۔ رمشا کی ہنسی بے قابو

ہوئی۔

"تم کون ہو لڑکی؟" زمان نے اسے ہنستے دیکھا تو باز نہ آیا۔

"امان بھائی میں رمشاہ۔۔۔۔۔"

"بائی داوے میں زمان ہوں" مسکراتے ہوئے اس نے تصحیح کی۔

"او ہو آئم سوری" وہ شرمندگی مٹاتے ہوئے بولی "آئیں اندر آجائیں ڈرائنگ روم میں" راستہ بناتی وہ ان کو ڈرائنگ میں لے آئی۔

"مجھے ڈر لگ رہا ہے شانزہ" اس کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا۔

"کچھ نہیں ہوگا! بس معافی مانگ لے گا! اللہ بہتر کرے گا!"

"اگر کچھ ہو گیا یہاں پر۔۔۔ تو مجھے چھوڑو گی تو نہیں؟" وہ خوفزدہ تھا! اب بھی۔

"ڈوبتا سورج گواہ ہے کہ ہم نے ایک دوسرے سے ساحل کنارے وعدہ لیا تھا" مدہم آواز میں

کہتے ہوئے اس نے یاد دلایا۔ زمان ان دونوں سے ایک قدم آگے تھا۔ ڈرائنگ میں داخل ہوتے

ہوئے اسے یاد آیا کہ وہ دلہا ہے! وہ ایک قدم پیچھے ہٹ کر ان کے آگے آنے کا انتظار کرنے

لگا۔ ان کے آگے آتے وہ ان کے پیچھے چلنے لگا۔

شانزہ نے امان کا ہاتھ اپنے ہاتھوں سے دور کیا۔ اب بھلا وہ ایسا اندر جاتی؟

ڈرائنگ میں سب موجود تھے۔

سب نے سلام کیا۔

ناصر صاحب مسکراتے ہوئے قریب آئے اور ہاتھ آگے بڑھایا۔ امان نے سمتے ہوئے لب پھیلائے اور ہاتھ ملانے کے لئے ہاتھ بڑھایا جسے انہوں نے تھام لیا۔ جب انہوں نے بڑھ کر امان کو گلے لگایا تو امان ساکت ہوا۔ زمان کے بعد کسی نے پہلی بار اسے یوں گلے لگایا تھا۔ ایک سر باپ کی حیثیت سے!

زمان کو بھی ناصر صاحب نے گلے لگایا! اور اس وقت زمان کو ان سے محبت ہو گئی! اور اتنی محبت ہو گئی کہ سختی سے بھیج لیا اور کندھے پر سر رکھ دیا۔ امان اسے ہونقوں کی طرح دیکھنے لگا۔ ناصر صاحب کو اپنا دم گھٹتا محسوس ہوا۔ جاوید صاحب نے بھی آگے بڑھ کر گلے لگایا۔ "او ہو غلط ہو گیا۔۔۔ محبت جن کے ساتھ دکھانی تھی ان کی شکل نہیں یاد تھی اور اب غلط دکھادی" وہ جاوید صاحب کو دیکھتا سوچ کر رہ گیا۔ وہ داماد جاوید صاحب کا بننے والا تھا مگر غلطی سے محبت میں آکر گلے ناصر صاحب کے لگ گیا تھا۔ ناصر صاحب کو اپنی سانس بند ہوتی محسوس ہوئی۔

"جاؤ بر خوددار! ان سے بھی مل لو" انہوں نے محبت سے اس کا رخ جاوید صاحب کی طرف کیا جو اسے سر تا پیر دیکھ رہے تھے۔ زمان نے ان کو سلام کیا اور مسکراتا ہوا صوفے پر بیٹھ گیا۔ شرمندگی کے مارے امان ناصر صاحب سے نظریں بھی نہیں ملا پارہا تھا۔

"میں جانتا ہوں انکل مجھے ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا! جو مجھ سے ہوا میں اس کے معذرت خواہ ہوں" جھکی نظروں سے اس نے اعتراف کیا تھا اور دل کا سارا حال سنایا۔ وہ بولتا جا رہا تھا اور

وہاں موجود نفوس سنتے جا رہے تھے۔ نفیسہ بھی ناصر صاحب کے برابر بیٹھیں سب سن اور دیکھ رہی تھیں۔ شانزہ اپنے شوہر کو بے حد محبت سے تک رہی تھی جس کے لبوں سے آزاد ہوا ایک ایک لفظ اس کے دل پر لگ رہا تھا۔

"ٹھیک کہہ رہے ہو! آپ سے جو ہوا وہ ٹھیک نہیں تھا۔ آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔ میں بھی بدل گیا تھا! مجھے علم نہیں تھا کہ میرا اعتبار اپنی بیٹی پر اتنا کم ہو جائے گا کہ میں نے دھوکا کھالیا! مگر ہم سب نے دل سے تمہیں معاف کیا!" ان کی آنکھیں یہ سب کہتے ہوئے نم ہوئی تھیں۔ امان بے یقینی سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ وہ رورہے تھے کیونکہ وہ ایک بیٹی کے باپ تھے۔ ایک جان دی تھی انہوں نے اپنی! شانزہ دی تھی جو ان کے آنگن میں کھلتا ہوا پھول تھی۔ وہ ابھی بھی پیشمان تھے کہ وہ شانزہ کے لئے کچھ نہیں کر پائے۔ حتیٰ کہ اتنے سال وہ ان کے ساتھ رہی وہ پیار بھی نہیں دے پائے۔ امان اٹھ کر ان کے پہلو میں بیٹھا۔

"مجھے خوشی ہے اس بات کی کہ آپ نے مجھے معاف کر دیا!" ناصر صاحب نے اپنی نم ہوتی آنکھوں کو صاف کرنا چاہا۔ شانزہ ان کے گھٹنوں کی طرف زمین پر آبیٹھی۔ ایک ہاتھ سے ان کے آنکھوں میں امدانے والے آنسو صاف کئے۔

"روئیں مت بابا! مجھے تکلیف ہوتی ہے" شانزہ کا دل مچل رہا تھا۔ ناصر صاحب نے یہ سنا تو دل چاہا اور رو دیں۔ وہ عشق کرتی تھی اپنے باپ سے اور وہ اسے اپنی محبت بھی نہ دے پائے۔

"اگر آپ نے رونا بند نہیں کیا نا تو میں رونا شروع کر دوں گی" وہ رونے کو تیار بیٹھی تھی۔ ناصر صاحب کو ہنسی آگئی۔

"ہاں بس اب مسکرائیں گے! مسکراتے ہوئے اچھے لگتے ہیں"

ناصر صاحب نے اس کی پیشانی چومی۔

"نفیسہ! کچھ پیش کرو انہیں" ناصر صاحب نے میز پر رکھے لوازمات کی طرف دیکھ کر اشارہ کیا۔

"پہلے میں اپنے داماد کو تو دیکھ لوں" وہ اٹھ کر امان جے سامنے آئیں تو وہ بھی اٹھ کھڑا ہوا۔

"مجھ سے سلام بھی نہیں کیا۔۔ میں سوتیلی ساس ہوں کیا؟" وہ محبت بھرا شکوہ کرتے ہوئے اس دیکھ رہی تھیں۔

"نہیں وہ اتنی ساری خواتین ہیں یہاں سمجھ نہیں آیا سگی ساس کون ہے" وہ سر کجھاتا ہوا کھسیانا ہوا۔

"میں تو اپنی ساس کو آرام سے دیکھ سکتا ہوں" دور بیٹھا زمان دل ہی دل میں کہتا ہوا ایک نظر صبور پر ڈال کر مسکرا دیا۔ صبور اسے ہی مسکرا کر دیکھ رہی تھیں۔ ان کی بیٹی کی پسند بری نہیں تھی۔

نفیسہ امان کی بات پر ہنس پڑیں اور محبت سے امان کا چہرہ ہاتھوں میں لے کر اس کی پیشانی چومی۔ امان کو اپنائیت کا احساس ہوا۔ اس کا دل چاہا وہ اس کی پیشانی پھر سے چومیں۔

"آپ دونوں کی والدہ نہیں آئیں؟ مجھے آپ کے والد صاحب کے انتقال کی خبر ہے مگر والدہ کا نہیں معلوم" انہوں نے ایک نظر امان اور زمان کو دیکھا۔

اس سوال پر امان کے لب سل گئے۔ زمان نے امان کے تاثرات دیکھے۔
 "ان کا انتقال ہو چکا ہے" زمان کے بتانے پر کمرے میں خاموشی چھا گئی۔
 ناصر صاحب کے دل ہر بوجھ پڑا۔

"یہ کب ہوا ویسے؟" ناصر صاحب نے افسوس سے پوچھا۔
 "جب ہم چودہ سال کے تھے تب ہی ہو گیا تھا" وہ جس کرب بتا رہا تھا یہ صرف امان اور وہ جانتا تھا۔

اس نے امان کو دیکھا جو ساکت بیٹھا تھا۔
<https://www.classicurdumaterial.com/>

"اللہ کی طرف ہی پلٹ کر جانا ہے!" مسکراتے ہوئے وہ اپنا درد چھپا گیا۔
 Support @ classicurdumaterial.com

"اللہ مغفرت کرے! مگر اس کے بعد کوئی سرپرست تو ہوگا۔۔۔؟" جاوید صاحب نے نرمی سے پوچھا۔
<https://www.facebook.com/classicurdumaterial/>

"ہم اللہ کی ہی سرپرستی میں ہیں۔ اور اللہ کے بعد مجھے صرف میرا بھائی ہی دیکھتا رہا ہے۔ اس کو دیکھنے والا کوئی نہیں البتہ بھابھی دیکھتی ہیں! کیونکہ یہ میری نہیں سنتا" ہنستے ہوئے اس نے امان کی طرف دیکھا۔

"ویسے آپ دونوں ہمشکل ہیں۔ مانا کہ جڑواں ہے مگر چہرے میں کوئی تبدیلی نہیں اور نہ چال میں لگ رہی ہے" صبور نے مسکرا کر کہا۔ زمان بے اختیار مسکرایا۔

"جی سب یہی کہتے ہیں" امان ہنس دیا۔

"سنائی فاطمہ کدھر ہے؟ اسے بلائیں نا۔۔۔ ہم اس کے لئے بھی آئے ہیں" وہ صوفے پر امان کے برابر بیٹھ گئی۔

صبور نے اثبات میں سر ہلا کر فاطمہ کو آواز دی۔ زمان کی نگاہیں دروازے کی جانب اٹھی۔

"اسلام علیکم۔۔۔" سب کو سلام کرتی وہ صبور کے برابر میں بیٹھ گئی۔ وہ اتنی خوبصورت لگ

رہی تھی کہ زمان اس پر سے نظریں نہ ہٹا سکا۔ امان نے زمان کو پاؤں مارا۔

"سب دیکھ رہے ہیں زمان" آہستہ آواز میں اسے خبردار کیا۔

"ہاں وہ سوری" زمان گڑبڑایا۔

"سنائی ہم لوگ فاطمہ کے لئے زمان بھائی کا رشتہ لائے ہیں۔۔۔"

وہاں موجود نفوس کو حیرانی نہیں ہوئی کیونکہ وہ یہ سب جانتے تھے۔ بات بڑھی اور جاوید صاحب

نے ہاں کر دی۔ فاطمہ اپنی پلکیں اٹھا بھی نہ پائی۔ زمان کی نظروں کی تپش وہ خود پر محسوس

کر رہی تھی۔ زمان جاوید صاحب کا اقرار سن کر ہی دیوانہ ہوا بیٹھا تھا اور اب رشک سے فاطمہ کو

دیکھ رہا تھا۔ تھوڑی دیر میں سب کھانے کا انتظام کرنے باہر چلے گئے۔ ان کے ساتھ رہ گئی تو صرف فاطمہ۔

فاطمہ نے نظریں اٹھا کر امان کو دیکھا۔

"کیسے ہیں آپ امان بھائی" مسکرا کر اس کا حال پوچھا۔

"میں تو ٹھیک ہوں مگر یہ ٹھیک نہیں" امان نے برابر میں بیٹھے بلکہ چپکے زمان کی طرف اشارہ کیا۔

"یہاں میں بھی موجود ہوں جس کا حال پوچھا جاسکتا ہے" زمان نے دانت کچکچائے۔ فاطمہ ہنسنے لگی۔

"میرے بھائی کا مذاق مت اڑاؤ فاطمہ! انہوں نے میرا بہت ساتھ دیا ہے۔ ہر دیور میں بھائی چھپا ہوتا ہے مگر میرے بھائی میں ایک ساس بھی چھپی ہے"

اور یہ لگا زمان کے دل پر ٹھاہ کر کے۔ وہ ششدر ہوا تھا

"کون ساس؟ کون دیور؟ میں نہیں جانتا انہیں! میں نے تمہیں کچھ سمجھایا تھا شانزہ۔۔۔ مگر تم نے میرا دل توڑ دیا" اس نے افسوس کرتے ہوئے رنج کے عالم میں امان کے کندھے پر اپنا سر رکھ دیا اور اسکے بازوؤں کا تھام لیا۔

"سو سوری۔۔۔ وہ۔۔۔ زمان بھائی جیٹھ ہیں میرے دیور نہیں" شانزہ نے سر کجھایا۔

"میں تمہاری ماں ہوں کیا؟ جو یوں چپکتے ہی جارہے ہو زمان" امان جھنجھلایا۔

"تو بن جاؤ میری ماں۔۔۔ بھائی کے نام پر دھبہ ہو! دھبہ بھی وہ جو سرف ایکسل سے بھی نہیں جاتا" اپنی ناک اس کے کندھے رگڑتا ہوا بولا۔

"اسلام علیکم" امان نے سامنے دروازے کی دیکھتے ہوئے کسی کو سلام کیا۔ زمان سہم سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ مگر وہاں کوئی نہیں تھا البتہ امان اسے دیکھ کر ہنس رہا تھا

"ذلیل" زیر لب ساتھ امان مو گالی بھی۔

"تمہیں شرم نہیں آتی بڑا بھائی ہوں تمہارا!"

"اچھا میری بات تو سنو" وہ اس کے کانوں قریب آیا۔

زمان نے کان اس کے قریب کئے۔

"اچھے لگ رہے ہو" زمان کی باچھیں کھل اٹھیں۔

Support@classicurdumaterial.com

https://www.facebook.com/classicurdumaterial

"سچ کہہ رہے ہو" وہ دونوں کھسر پھسر کر رہے تھی۔

"واقعی۔۔ تمہیں یاد ہے نا یہ رنگ بابا کو پسند تھا۔۔ اور مجھے تم اس وقت بابا لگ رہے ہو"

مسکراتے ہوئے اس خود سے لگایا۔

"مجھے اچھا لگا کہ میں بابا لگ رہا ہوں۔ مگر تم ماما نہیں لگ سکتے کیونکہ وہ بہت خوبصورت تھیں"

امان ہنس پڑا۔ تھوڑی دیر میں کھانا لگ گیا

یہ لوگ باہر میز پر بیٹھ گئے۔ سب نے ساتھ میں ہی کھانا تناول فرمایا تھا۔۔۔

کھانے کے بعد ایک دو باتیں ہوئیں اور پھر امان وقت دیکھتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"اب ہم چلتے ہیں! ملاقات ہوتی رہے گی آپ سے" ناصر صاحب کے گلے لگ کر وہ سب کو اللہ حافظ کہہ کر باہر آگیا۔

"کوئی مجھے میرے سر کے تو گلے ملوادو۔۔۔۔۔" منہ بسورتا وہ یہ بات صرف دل میں ہی کہہ سکتا تھا۔

"سنو فاطمہ" فاطمہ باہر تک آئی تھی تو زمان نے پکارا۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔

"جی؟" وہ قریب آئی۔
<https://www.classicurdumaterial.com/>

"مجھے بتاتے رہنا کیا ہو رہا ہے۔۔۔ میں شادی کرنا چاہتا ہوں منگنی کے چکر میں نہیں پھنسنے

چاہتا!"
<https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/>

وہ سرخ ہوئی۔

"تم فکر مت کرو۔۔۔ دھیان سے جانا! ٹھیک ہے اور میں تمہیں خبر کرتی رہوں گی" محبت سے دیکھتے ہوئے وہ شرماتے ہوئے مڑ گئی۔

سب انہیں باہر تک چھوڑنے آئے۔ وہ مسکراتا ہوا سر جھٹک کر باہر نکل گیا۔

گھر سے کچھ دور وہ بانک پر اپنی دوست کے پیچھے بیٹھا انہیں گاڑی میں بیٹھتے آرام سے دیکھ سکتا تھا۔

"ان کا پیچھا کرو۔۔۔ کہیں نہ کہیں تو رکیں گے" اس نے وقاص کا کندھا ہلایا۔
 "اور اگر نہیں اترے۔۔۔"

"تو اپنے گھر کے سامنے تو اتریں گے گاڑی سے! وہی ٹھوک دوں گا امان کو۔۔۔ اب چلو" کندھا تھپکتا ہوا اس نے پلین بتایا۔ وقاص نے بانک اسٹارٹ کی۔

"کیا کوئی مجھے دکان سے کچھ کھلائے گا" گاڑی میں پیچھے بیٹھا ہوا نہیں تھا لیٹا ہوا تھا۔

"لولی پاپ؟" امان نے طنز کیا۔
<https://www.classicurdumaterial.com/>

"وہی دلا دو۔۔۔ اتنے دنوں سے نہیں گئی۔ لگتا ہے ذائقہ ہی بھول گیا ہوں" زمان کے لہجے میں

بلا اطمینان تھا۔
<https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/>

"تمہاری شادی میں میٹھا لولی پاپ کا ڈبہ رکھوائیں گے! ٹھیک؟"

"شرط یہ کہ لولی پاپ کو کو کولا والی ہونی چاہئے" زمان نے چھوٹے ہی کہا۔

"اور زہر کی اماؤنٹ بتانا ذرا" امان نے گاڑی روک کر پیچھے لیٹے زمان کو دیکھ کر پوچھا۔

"نہیں وہ صرف ہم تمہارے کھانے میں رکھوائیں گے" وہ مطمئن بے غیرت تھا۔

"پیسے دو تمہارے لئے کچھ لے کر آتا ہوں" امان نے ہاتھ بڑھائے۔

"یہ بھی میں دوں؟ خود لے کر آؤ! میرے پاس نہیں ہیں! میں امیروں کا غریب ہوں۔۔۔"

جلدی جاؤ اب"

امان اسے دیکھتا رہ گیا البتہ شانزہ ہنستے ہی رہ گئی۔

"میں بھی چلتی ہوں ساتھ" وہ امان کے ساتھ گاڑی سے اتری۔ زمان ویسے ہی لیٹا رہا۔ تھوڑی دیر ہو گئی اور وہ دونوں نہ آئے تو وہ اٹھ کر کھرکی کے پار دیکھنے لگا۔ گھومتے گھومتے نظر ایک جگہ ساکت ہوئی۔

عدیل بانک سے اترتا تھا اور اس کے ہاتھ میں پستول تھی۔ زمان نے اس کی نظروں کا تعاقب کیا۔ اس کی نظریں امان اور شانزہ پر ٹکی تھیں۔ زمان کی سانس اٹکی۔ وہ جھٹکے سے گاڑی سے اترتا اور امان اور شانزہ کی طرف بھاگا۔ پہلے وہ عدیل کی جانب بڑھنے کا سوچنے لگا تھا مگر عدیل نے پستول سے نشانہ باندھ لیا تھا۔ وہ بجلی کی تیزی سے ان کی طرف بڑھا۔ دو فائر ہوئے تھے اور لمحوں میں ہی چیخیں بلند ہوئی۔ ان تینوں میں سے ایک شخص گرا تھا اور دو کی چیخیں بلند ہوئی تھیں۔

"زمان"۔ امان کی چیخیں گونجی تھیں۔ خون میں لت پت، زمین پر ڈھیر ہوا زمان کا وجود دیکھ کر شانزہ کی بھی ساتھ چیخ نکلی۔ نظریں بے ساختہ عدیل کی جانب اٹھی۔

"یہ کیا کیا تم نے"۔ وہ ششدر اور خوف کے ملے جلے جذبات سے چلائی۔ عدیل ساکت رہ گیا تھا۔ وہ گولی امان پر چلانا چاہتا تھا مگر زمان سامنے آگیا تھا۔

"میں۔۔۔ وہ نہیں۔۔۔ وہ"۔ وہ ہکلیا۔

وقاص نے سہم کر بائیک عدیل کے بغیر چلا دی۔ عدیل نے بھاگنا چاہا مگر جیسے مڑا تو انکشاف ہوا۔ وقاص اس کے بغیر ہی جاچکا ہے۔

"زمان" امان نے اس کا چہرہ تھپکا۔

"شانزہ۔۔۔ شانزہ۔۔۔ زمان۔۔۔ گارڈز! ایسولینس" امان صدمے کے مارے چیخ رہا تھا۔ اس کا خون دیکھ کر اسے خوف محسوس ہو رہا تھا۔ شانزہ منہ پر ہاتھ رکھے گھٹ گھٹ کر رونے لگی۔

"میں اسے مارنا آیا تھا مگر وہ۔۔۔۔۔ میری تم۔۔۔" عدیل ہکلیا۔

"دفع ہو جاؤ" وہ حلق کے بل چیخی اور روتے ہوئے زمان کی طرف آئی۔ امان زمان کی یہ حالت دیکھتے ہوئے کمزور پڑنے لگا۔ اسے نہیں یاد وہ کس طریقے سے اسے ہسپتال لایا تھا۔

"شانزہ اسے۔۔۔ اسے اگر کچھ ہو گیا تو۔۔۔ شانزہ میں مرجاؤں گا کچھ کرو۔۔۔ کچھ کرو۔۔۔ اس

نے یہ کیا کیا۔۔۔ میری ایک غلطی کی اتنی بڑی سزا دے دی اس نے مجھے؟"۔ وہ دیوار کے

ساتھ لگتا زمین پر بیٹھتا چلا گیا۔

شانزہ کی سانسیں رک گئی تھیں۔ وہ اندر تھا۔ اس کا بھائی۔ اس کا دوست! وہ گھٹ گھٹ رونے لگی۔

وہ خود امان کو سنبھالنے کے قابل نہیں تھی۔ کب خبر پہنچی اور کب شانزہ کے گھر والے آئے اسے اس بات کی بھی خبر نہ ہوئی۔

فاطمہ زرد پڑتے چہرہ لئے کپکپاتی ہوئی اس کے پاس بیٹھی۔
 "کہاں ہے زمان؟ مجھے کوئی بتا کیوں نہیں رہا شانزہ! کہاں ہے زمان؟" اس نے سن بیٹھی
 شانزہ کو جھنجھوڑ ڈالا۔ نظریں بے اختیار بھٹک کر امان کی طرف اٹھیں جو خون میں لپیٹی شرٹ پہنے زمین پر بیٹھا چیخ رہا تھا۔

"خ۔۔ خون" وہ اچھل کر کھڑی ہو گئی۔

"کیا کوئی مجھے بتائے گا وہ کہاں ہے؟ اسے کیا ہوا شانزہ۔۔۔ وہ ٹھیک ہے نا؟" بچکیوں سے روتے ہوئے وہ اسے ایک بار جھنجھوڑنے لگی۔

"دعا کرو صرف فاطمہ! ان کے لئے دعا کرو۔ دو گولیاں! دو گولیاں لگی ہیں انہیں۔۔۔ تمہیں پتا ہے انہیں کس نے ماری گولی؟" شانزہ نے اس کے دونوں بازو مضبوطی سے پکڑے۔ پیچھے سے عدیل ہانپتا ہوا کوریڈور میں داخل ہوا۔

وہ ششدر ہوئی اسے تکتے تھی۔ ایک دم آنسو بہے اور بہتے چلے گئے۔

"میں نہیں چھوڑوں گی اسے۔۔ کس نے مارا ہے؟ مجھے بتاؤ۔۔۔"

انگلی سے فاطمہ کے پیچھے آتے عدیل کی طرف اشارہ کیا۔

"اس شخص نے!" فاطمہ نے اس کے اشارے کی طرف مڑ کر دیکھا اور ساکت رہ گئی۔ بس وہ وقت تھا اور اسے خبر نہیں تھی کہ اتنی جلدی اس کا دماغ سن ہو جائے گا وہاں موجود تمام نفوس بے یقینی سے عدیل کو دیکھنے لگے۔ قرآلود نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے وہ اس کی جانب بھاگی۔

"کیوں آئے ہو تم!" اس نے قریب آکر اس کا گریبان پکڑا۔ اس کی عزت فاطمہ کی نظروں میں اتنی کم ہو گئی تھی کہ "بھائی" کہہ کر مخاطب کرنا بھی گوارا نہیں کیا۔

"مجھے نہیں پتا تھا اسے گولی۔۔۔ وہ مجھے "عدیل" نے گھرایا۔

"اگر میرے بھائی کو کچھ ہوا تو ایک بات یاد رکھنا۔ امان کچھ نہیں کریں گے تمہارا جو میں کروں گی!" وہ اتنی زور سے چیختی تھی کہ عدیل کو اپنے کان سن ہوتے محسوس ہوئے۔

جاوید صاحب قریب آئے اور ایک زناٹے دار تھپڑ عدیل کے منہ دے مارا۔

"یہ تربیت کی تھی تمہاری؟ کہ کسی کی جان لینے کی ہمت بھی آگئی! اگر پولیس آئی تو میں تمہیں نہیں بچاؤں گا عدیل! تم نے اپنی بہن کا گھر بسانے سے پہلے ہی اجاڑنے کا کیسے سوچ لیا؟ اس کے ہونے والے شوہر پر گولی چلا دی؟" ایک اور تھپڑ اس کے منہ پر پڑا تھا۔

زمین پر بیٹھا امان سسک رہا تھا۔ اس کا بھائی اندر تھا بس اسے یہ یاد تھا۔

اس نے نگاہیں اٹھا کر عدیل کو دیکھا۔ امان اس لمحے اپنے آپ کو اتنا کمزور کر گیا تھا کہ اٹھنے کی بھی ہمت نہیں تھی۔ گارڈز آچکے تھے اور امان کے ارد گرد کھڑے تھے۔

"دیکھو میری بے بسی۔ کچھ بھی نہیں کر پا رہا میں۔ میرے بھائی کا مجرم سامنے کھڑا ہے اور میں ہل بھی نہیں پا رہا۔ اسے کچھ نہیں ہونا چاہئے۔ عدیل۔ اسے کچھ نہیں ہونا چاہئے۔ مجھے نہیں معلوم تھا میری غلطیاں مجھے اتنی بڑی بڑی سزائیں دیں گی۔ وہ میرا خون ہے۔ وہ آخری خونی سہارا ہے۔ میں تمہارا دشمن ہوں نا؟ اب ایسا کرو اپنے دشمن کے لئے دعا مانگو عدیل۔ دعا مانگو کہ میرا بھائی بچ جائے۔ میرا دل لرز رہا ہے شانزہ۔ میرا دم نکل رہا ہے۔۔۔ میں مرجاؤں گا اگر ایسے رہا کچھ دیر!"

<https://www.classicurdumaterial.com/>

شانزہ کا دل کانپا اور وہ چیختے ہوئے اس کی جانب بڑھی۔

"امان۔ امان کچھ نہیں ہوگا۔ وہ ٹھیک ہو جائیں گے خدا را!" وہ چیخ رہی تھی۔ اسے اپنا شوہریوں تڑپتا ہوا نہیں دیکھا جا رہا تھا۔

"اما" فاطمہ روتے میں سے چیخی تھی۔ صبور اس کی طرف بڑھیں۔

"وہ ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔ دعا کرو۔ اس وقت دعا سے بڑھ کر کچھ نہیں!" انہوں نے فاطمہ کو جتن بھڑا۔

"اماں کو بولیں یہاں سے چلے جائیں۔ اماں میرا دل پھٹ جائے گا ان کو بولیں یہاں سے چلے جائیں۔ اماں وہ زمان اتنے خوش تھے آج۔۔۔ میرا بھائی اپنی بہن کی ہی خوشیوں کو کھا گیا اماں۔۔۔ ان کو بولیں یہاں سے دفع ہو جائے۔" فاطمہ چیخ رہی تھی۔ ایک کھرام مچا تھا۔ صبور نے قرآلوں نگاہیں عدیل ہر ڈالی تھیں۔

ناصر صاحب کا دل بیٹھ گیا۔ وہ اماں کی جانب آئے اور گھٹنوں کے بل بیٹھے۔
 "اللہ سب ٹھیک کر دے اماں۔ بھروسہ کرو۔" انہوں نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ دھرا۔
 "میں مر رہا ہوں انکل۔۔۔ میں مر رہا ہوں۔۔۔ میرا بھائی۔۔۔ میرے بھائی کو بلاؤ۔۔۔ شانزہ اس سے کہو کہ اماں اسے کبھی بھی نہیں ڈانٹے گا۔ تم دیکھنا وہ اٹھ جائے گا۔ وہ یقیناً مجھ سے خفا ہے۔ تمہیں پتا ہے نا وہ کتنا اچھا لگ رہا تھا آج۔ میرا بھائی۔ میرا۔۔۔ بھائی۔ اسے اٹھاؤ۔۔۔ اس سے کہو اماں بلا رہا ہے اسے۔۔۔ اسے تکلیف ہو رہی ہوگی۔ اس سے کہو وہ اپنے بھائی کے بغیر مر جائے گا۔ وہ میرا بھائی ہے شانزہ۔ شانزہ میرا دل۔۔۔ مجھے کچھ ہو رہا ہے" اماں نے اپنے سینے کو سہلایا۔

شانزہ کا دل کسی نے سختی سے مٹھی میں جکڑا۔

ناصر صاحب نے اسے سنبھالنا چاہا۔

"انکل مجھے چھوڑیں۔ انکل میرا ہاتھ چھوڑیں میرے بھائی کو بلائیں۔ مجھے اس کے پاس جانا ہے" اس نے شانزہ کا ہاتھ تھام کر اٹھنا چاہا مگر لڑکھڑا گیا۔ شانزہ پیچھے ہٹ کر ماں کے گلے لگ گئی۔ وہ روتی گئی ہچکیوں سے! وہ اس کا بھائی! وہ اندر تھا۔ زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہا تھا۔ رمشا حیرت سے عدیل کو دیکھتی رہ گئی تھی اور اب فاطمہ کو سنبھال رہی تھی۔

امان نے گردن عدیل کی طرف موڑی۔

"دعا کرو میرے بھائی کو کچھ نہ ہو۔۔۔ دعا کرو گے نا؟" وہ اپنے دشمن کے پاؤں پڑ رہا تھا۔

عدیل کا بدن کپکپایا۔ وہ بھاگتا ہوا وہاں سے نکل گیا۔

کتنے گھنٹے آپریشن کے بعد ڈاکٹر باہر آئے تھے۔ امان ان کی طرف بڑھا۔

"ایک گولی بازو پر لگی تھی جبکہ ایک کندھے کو چھو کر گزری تھی۔ ہم نے نکال دی۔۔ دعا کریں انہیں جلد ہوش آجائے" یہ بات امان کو قدرے سکون میں لائی تھی۔

آدھا گھنٹا یونہی گزر گیا۔

"تم اور مت رو! دیکھو اپنی آنکھیں۔۔ کتنی سوچ رہی ہیں۔ تمہیں پتا ہے میرا دل کتنا پرسکون ہے جب سے ڈاکٹر نے کہا ہے کہ اسے ہوش آجائے گا! جاؤ منہ ہاتھ دھو۔۔ اس کے لئے دعا مانگو۔۔۔ دل سے کی گئی دعا اللہ رد نہیں کریگا! میں امان کو دیکھتی ہوں ان کی حالت ٹھیک

نہیں!" کہتے ساتھ وہ اٹھ کر زمین پر بیٹھے امان کے پاس بیٹھ گئی۔ بے سدھ سا زمین کو یک ٹک گھور رہا تھا۔

"وہ ٹھیک ہو جائیں گے۔ ہوش آجائے گا! ڈاکٹرز نے کہا ہے نا؟" اس کا کندھا تپھکتے ہوئے وہ محبت سے کہہ رہی تھی۔

"میری امیدیں ماند پڑ رہی ہیں" وہ دھیمی آواز میں خوفزدہ ہو کر بولا۔

"امیدیں اللہ سے لگائیں امان" اسے یقین تھا اپنے رب پر۔

"میں کمزور ہو رہا ہوں"

"ہاں آپ کمزور ہیں! آپ کا اللہ نہیں ہے کمزور۔۔۔ اس رب سے مانگیں جو مالک کل جہاں کا ہے"

امان نے اس کی بات کو دل پر محسوس کیا۔ وہ اثبات میں سر ہلاتا ہوا اٹھ کر پریئر روم کی طرف بڑھ گیا۔

تقریباً دو گھنٹے بعد اسے ہوش آیا تھا۔ امان اب بھی پریئر روم میں تھا۔ اسے خبر دی مگر اس نے کہا کہ وہ شکرانہ پڑھ کر اس سے ملے گا۔ فاطمہ کی بھی ابھی واپسی نہیں ہوئی تھی اس لئے شانزہ نے سوچا کہ وہ اندر چلی جائے۔ وہ دروازہ دھکیل کر اندر داخل ہوئی۔ زمان کی جگہ جگہ

پٹیاں بندھی ہوئی تھی۔ آنکھوں میں بہت سا پانی آگیا۔ وہ چلتے ہوئے اس کے پاس جا کھڑی ہوئی۔ تھوڑی آنکھیں کھول کر زمان نے اسے دیکھا۔

"امان ٹھیک ہے؟" گھٹی گھٹی سی آواز سے زمان نے پوچھا۔ اتنی تکلیف میں ہونے کے بعد بھی اسے اپنے بھائی کی فکر تھی۔ شانزہ نے زیر لب مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا۔ شانزہ کی آنکھوں سے آنسو نکلے۔

"اچھا لگتا ہے ہمیں یوں تکلیف میں دیکھ کر؟" زمان نے اسے دیکھا۔

"تمہیں تو کچھ نہیں ہونا؟" وہ فکر مند ہوا

"ہو بھی جائے تو کیا فرق پڑتا ہے؟ آپ کو اپنی فکر نہیں ہوتی"

"میں ٹھیک ہوں شانزہ۔۔ یہ دیکھو زندہ ہوں! تمہیں یاد ہے ایک دفعہ لاؤنج میں امان مجھے تکیہ مارا

تھا تو میں زمین پر گر گیا تھا؟ بس اس سے تھوڑا زیادہ درد ہے" وہ اس موقع پر بھی ہنسانے میں مصروف تھا۔ شانزہ ہنس دی۔

"سنو میری تکلیف کا امان کو مت بتانا! وہ کہاں ہے شانزہ؟"

"بہت برا حال تھا ان کا۔۔ نماز میں آپ کے لیے دعائیں مانگ رہے ہیں!"

"کیا ہوا تھا اسے؟" وہ زیادہ بول نہیں پارہا تھا۔

"وہ بس چیخ رہے تھے! رورہے تھے۔ میں بہت ڈر گئی تھی بھائی"

زمان مسکرا دیا۔

"فاطمہ آئی ہے مجھے دیکھنے؟" زمان نے امید سے دیکھا۔

"وہ آرہی ہے زمان بھائی! باہر ہی ہے۔ میں بلا لیتی ہوں۔ نماز پڑھ چکی ہوگی وہ!" کہتے ساتھ وہ باہر جا کر فاطمہ کو اندر بھیج دیا۔

"کیسی ہو" زمان چھوٹے ہی پوچھا۔ اس کی آنکھیں سو جی ہوئی تھیں۔ وہ آبدیدہ ہو گئی۔

"مجھے ڈر دیا تم نے زمان! میں بہت روئی تمہارے لیے۔ میں ڈر گئی تھی بہت!" کرسی پر بیٹھ گئی اور چہرہ ہاتھوں سے چھپا لیا۔

"کچھ نہیں ہوا ہے مجھے! کیا تمہیں لگتا ہے زمان اتنی آسانی سے مرجائے گا؟ صرف طبیعتاً نہیں

بلکہ میری ہڈیاں بھی ڈھیٹ ہیں"۔ زمان کے یوں کہنے ہر فاطمہ روتے میں ہنس دی۔

"باز آجاؤ" آنسو صاف کرتے ہوئے وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

"کیا تم نے شادی کی بات کی گھر میں؟"

فاطمہ متحیر ہوئی۔ یہ کونسا موقع تھا یہ گفتگو کرنے کا؟

"ابھی ہوش میں آئے ہو تم اور دیکھو تو کیسی باتیں کر رہے ہو! میں نکاح کی بات کروں گی بس

تم اب جلدی سے ٹھیک ہو جاؤ! میں امان بھائی کو بلا کر لاتی ہوں۔۔۔" اس کو مسکرا کر دیکھتے

ہوئے وہ باہر نکلی۔

اب زمان کو خود کو تیار کرنا تھا تاکہ امان کو سنبھال سکے۔

تقریباً پانچ منٹ بعد امان تیزی سے اندر داخل ہوا تھا اور اس کے قریب آیا تھا۔ رکھی کرسی پر بیٹھ گیا۔ لمحے گزر گئے مگر امان کچھ بول نہ پایا۔ اس نے زمان کا ہاتھ پکڑ کر لبوں سے لگایا۔ امان کے لب کپکپا رہے تھے۔

"ہشششش۔۔ میں ٹھیک ہوں! سب ٹھیک ہے۔۔ یہ دیکھو مجھے! مجھے تو تکلیف نہیں ہو رہی" بائیں ہاتھ پٹی بندھی تھی اور دایاں ہاتھ امان کے ہاتھوں میں تھا۔
 "مگر مجھے تکلیف ہو رہی ہے! میں بھائی ہوں نا! میں بہت ڈر گیا تھا زمان۔ دیکھو تمہیں دو گولیاں لگی ہیں۔"

"لگی ہیں گولیاں مگر اب مجھے درد ہی نہیں۔ دیکھو!" اس نے اپنا دایاں ہاتھ اٹھا کر دکھایا۔

تکلیف کی ایک لہر اٹھی تھی جسے وہ امان کے لئے فراموش کرا چکا تھا۔ امان نے بڑھ اس کا ہاتھ آرام سے نیچے کیا۔

"میں ڈر گیا تھا زمان۔ ایسا مت کرنا دوبارہ میرے ساتھ۔۔ کیوں آئے میرے سامنے! کیا ہوا اگر مجھے لگ جاتی گولی! تم آئندہ ایسا نہیں کرو گے! اگر تمہیں کچھ ہو جاتا تو؟"

زمان نے اسے گھورا۔

"اگر تمہیں لگ جاتی گولی تو؟"

"مجھے لگ جاتی گولی مگر تمہیں نہیں! میں مر بھی جاتا تو کچھ نہیں ہوتا اور اگر تمہیں کچھ ہو جاتا تو میں خود مر جاتا۔"

"پاگل نہ ہو تو" زمان نے نظریں پھریں۔

"ہو سکتا ہے پولیس آئے تفشیش کرنے!" امان نے خبردار کیا
 "کہہ دوں گا کہ مجھ سے ہی چل گئی تھی غلطی سے"

"تم اس کا نام نہیں لو گے؟"

"نہیں! میں چکی نہیں پیسنا چاہتا! اس سے دور رہو تم۔۔۔ مجھے ڈرگتا ہے وہ تمہارے ساتھ کچھ نہ کر دے امان مگر مجھے یہ بھی لگتا ہے کہ وہ کچھ نہیں کریگا! شاید اب باز آگیا ہو۔۔۔ ہم کیوں اب دشمنی پالیں۔ لیکن اگر یہ مجھے کہیں نظر آیا تو ایک تمھڑے منہ پر ضرور ماروں گا۔ تم چھوڑو نا ان باتوں کو۔۔۔ وہ بھوک لگ رہی ہے۔ تم میرے لالی پاپ لینے گئے تھے۔ لائے نہیں؟"

وہ ایک شخصیت تھا جو اپنے بھائی کے لئے کچھ بھی کر سکتا تھا۔ خود تکلیف میں تھا مگر امان کے لئے اپنی تمام تکلیفیں بھولا ہوا تھا۔

"شاہ نواز سے منگوایا ہے تمہارے لئے بہت کچھ! شرط یہ ہے کہ تمہیں اس کے لیے جلدی سے ٹھیک ہونا ہوگا" اس نے کہتے ساتھ اس کا ہاتھوں لبوں سے لگایا۔

"میں تمہاری بیوی ہوں کیا؟ میرا ہاتھ مت چوما کرو مجھے اپنا آپ لڑکی لگنے لگتا ہے" برا سا منہ بناتے ہوئے ہاتھ چھڑایا۔ امان ہنس کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"دیکھو زمان میں کہنا تو نہیں چاہتا لیکن تم میرے بھائی ہو اور چونکے جڑواں بھائی تو مجھے تم سے بہت محبت ہے!" اس نے محبت سے زمان کو دیکھا۔

"۲۴ سالوں میں پہلی بار یہ انکشاف ہوا ہے کہ تمہیں مجھ سے محبت ہے۔ ورنہ آج تک مجھے یہی لگ رہا تھا کہ ہسپتال کے باہر رکھے جھولے سے اٹھایا گیا ہوں۔ کوئی بات نہیں! جو بھی ہو امان اب تم نے اظہار کر ہی دیا ہے تو میں تمہیں بتا دوں مجھے شرم آرہی ہے۔ جاؤ یہاں سے!"

امان مسکرا دیا۔ اٹھ کر کھڑا ہوا اور اس کی پیشانی چومی۔

"تمہاری ماں ہوں میں کیا؟ جو مجھ سے اتنا چپک رہے ہو! یہی کہا تھا ناسرال میں مجھے؟

شروعات تم نے کی تھی" امان جانتا تھا وہ تب تک یوں پڑ پڑ بولتا رہے گا جب تک وہ اس کے ساتھ بیٹھا رہے گا۔ اس لئے اسے تاکید کر کے باہر نکل آیا۔ اس کے جانے کے بعد زمان نے بدن میں اٹھتی تکلیف جسے امان کی وجہ سے دبایا ہوا تھا اٹھی۔ اس نے گہری سانس لی۔

----- ایک دن اور

گزر گیا۔ سب ملے مگر جاوید صاحب خاموش رہے۔ زمان نے ان کو گہرائی تک جاننے کی

کوشش کی مگر ناکام رہا۔ پولیس تفتیش کرنے آئی تھی جس پر زمان نے یہ بیان دیا تھا کہ گولی اس کے ہی ہاتھ سے غلطی سے چل گئی۔ اس نے عدیل کا نام تک نہیں لیا۔ اس کے بیان دینے ہر جاوید صاحب ششدر رہ گئے۔ اگر زمان چاہتا تو عدیل سے بدلہ لے سکتا تھا۔ لگے دن سورج کے طلوع ہوتے ہی جاوید صاحب کمرے میں داخل ہوئے۔

"کیسے ہو برخوردار؟"

زمان مسکرا دیا۔

"اب بہتر ہوں"

"عدیل کی طرف سے کیا میں معافی مانگ سکتا ہوں؟" کچھ دیر توقف سے وہ بولے۔ چہرے سے ندامت چھلک رہی تھی۔

"جو معاملہ تھا ختم ہو گیا ہے انکل! اب سب ٹھیک ہے" نرم انداز میں وہ بہت ادب سے بات کر رہا تھا۔

جاوید صاحب نے اسے حیرانی سے دیکھا۔ ان آنکھیں پھٹنے کے قریب ہو گئیں

"بہت ظرف والے ہو تم" وہ اٹھ کر اس کے پاس آئے۔

"میں چاہتا ہوں تم جلد ٹھیک ہو جاؤ زمان! میں اپنی بیٹی کی شادی میں دیر نہیں کرنا چاہتا" وہ اس کے کانوں میں گویا خوشیوں کا سحر پھونک گئے تھے۔ وہ حیرانی سے انہیں دیکھتا رہا۔ پھر

اس کی ریکوری بھی تیزی سے ہونے لگی اور وہ دن بھی آگیا جب وہ ہسپتال سے ڈسچارج ہونے والا تھا۔

"چونکہ اب تم مکمل ٹھیک ہو چکے ہو تو میرا دل چاہ رہا ہے میں وہی کھیل کھیلوں جو کھیل تم نے میرے ساتھ ہسپتال کی واپسی پر کھیلا تھا" شاطرانہ مسکراہٹ امان کے لبوں پر پھیلی۔
زمان گڑبڑایا۔ اس نے تھوک نگلا

"نک۔ کون سا کھیل؟ یاد نہیں آ رہا! لگتا ہے ایک گولی دماغ پر لگی تھی۔ میموری مکمل لاس ہو چکی ہے امان بھائی" سر کجھاتے ہوئے وہ مسکرایا تھا۔

"یاد دلاؤں گا کوریڈور میں چلتے ہوئے، تم فکر نہ کرو!"

"شش۔ شانزہ کہاں ہے؟" اس کے پاس آخری راستہ یہی تھا۔

"میں نے اسے گھر بھجوا دیا ہے! ایک ہفتہ ہو گیا ہے تمہیں ہسپتال میں رہے۔ اب میں تمہیں بتاؤں گا کہ کیسا لگتا ہے جب آپ کسی کے ساتھ یہ کھیل کھیلتے ہیں" کہتا ساتھ اس کے

قرب آیا اور اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔ "پکڑو میرا ہاتھ" اس کا ہاتھ پکڑنا چاہا مگر زمان اس سے دور ہٹا۔
"مجھے منظور ہے!" زمان نے بخویں اچکا کر اسے دیکھا۔ "مگر یاد کرو تم نے بدلے میں مجھے

گدی سے پکڑ کر کمرے میں جاکر الٹا لٹکایا تھا۔ پھر میں بھی یہی کروں گا! کہو منظور ہے؟
دیکھو امان! منظور کر لو۔ کیونکہ تمہیں الٹا لٹکانے میں یہ دیکھو" اس نے اپنے دل کی طرف

اشارہ کیا "یہاں سکون ملے گا"

امان گھور کر رہ گیا۔

"اپنا بے کار چلتا دماغ مت چلایا کرو" کہتے ساتھ اسے سہارا دے کر اٹھایا۔

"بھائی مجھے سہارے کی ضرورت نہیں دماغ پر چوٹ نہیں لگی میرے جو تمہاری طرح چکرا جاؤں۔ جاسکتا ہوں میں! راستے سے ہٹو میرے" اسے ایک طرف دھکیلتے ہوئے وہ آگے بڑھ گیا۔

زمان کے مکمل ٹھیک ہونے کے بعد جاوید صاحب نے لگے مہینے دونوں کی شادی منعقد کر دی تھی۔ گھر میں بہت سی تبدیلیاں بھی ہوئی تھیں۔ جیسے شانزہ نے اوپر والی منزل جہاں منہاج اور ماہ نور کا کمرہ تھا، اس کی مکمل صفائی کروائی تھی۔ وحشتوں اور اندھیرے کو کمرے سے نکال باہر کیا تھا۔ امان نے ماہ نور اور منہاج کی تصویر اپنے کمرے میں لگائی تھی اور ڈائری بھی اپنے پاس رکھی تھی۔ کچھ تصاویر زمان نے بھی اپنے کمرے میں وال پر لٹکائی تھیں۔ منہاج کے کپڑے امان اور زمان نے آپس میں بانٹ لئے تھے۔ ہفتے میں دو تین دفعہ وہ دونوں منہاج کے کمرے میں قیام ضرور کرتے۔ اس کمرے سے انہیں ماہ نور اور منہاج کی خوشبو محسوس ہوتی۔ کمرے میں داخل ہوتے وقت قدم لڑکھڑاتے ضرور تھے۔ وہ ڈائری امان نے بہت حفاظت سے رکھی تھی۔ اس میں منہاج کی زندگی تھی۔ اس ڈائری میں موجود ایک ایک لفظ گواہ تھا کہ انہیں پڑھنے والے کے اور لکھنے والے کا دل بہت بڑا تھا۔

بس اب یہ کہ وہ اپنی زندگی اپنے ماں باپ کے دیئے گئے سبق اور تاکیدوں کے عین مطابق گزارنے کو شش کر رہے تھے۔ منہاج ٹھیک کہا کرتا تھا۔
 کسی ایک کی غلطی نسلیں تباہ کر دیتی ہے۔
 وہ ایک غلطی ہوئی تھی کسی زمانے میں کسی شخص سے!

منہاج نے یہ بھی ٹھیک کہا تھا کہ امان اس کا عکس ہے۔ اس کی چال بھی منہاج کی طرح تھی۔ بات کرنے کا انداز ہو بہو ویسا تھا۔ بخویں اچکا کر مسکرانا گویا قیامت بن کر ڈھاتا تھا۔
 عدیل یہاں نہیں تھا اب۔ وہ جاچکا تھا۔ بہت دور! سب سے دور! ہاں مگر اس کی کال ضرور آئی تھی۔ امیدیں ماند پڑ رہی تھی مگر حوصلہ ابھی بھی نہیں چھوڑا تھا۔ وہ پشیمان تھا۔
 شانزہ نے بے دھیانی میں کال ریسپونڈ کی تھی۔
 "ہیلو!" دوسری طرف خاموشی پا کر شانزہ نے ابتدا کی۔ "ہیلو؟ کون ہے؟" اس کا نمبر شانزہ کے پاس محفوظ نہیں تھا۔

"ہیلو شانزہ" دھیمی آواز میں اس نے جواب دیا۔ شانزہ ٹھٹھکی۔

"عدیل؟ کیوں فون کیا ہے آپ نے؟ زندگیاں تباہ کر کے بھی چین نہیں ملا آپ کو؟ آئندہ یہاں فون نہیں کیجئے گا" کہتے ساتھ اس نے غصے میں فون رکھنا چاہا مگر عدیل کی آواز نے اسے روکا۔

"میں جارہا ہوں شانزہ! میں ملک سے باہر جارہا ہوں! ہمیشہ کے لئے۔۔۔ دعا کرو کبھی نہ لوٹوں" شانزہ ساکت ہوئی۔

"میں دعا کروں گی تم کبھی نہ لوٹو!" شانزہ نے تلخی سے کہا۔ عدیل نے تکلیف سے آنکھیں میچیں۔

"آج فلاٹ ہے میری! میں جارہا ہوں تاکہ تم مجھے آئندہ نہ دیکھ سکو، تمہیں غصہ نہ آئے! تم میری غیر موجودگی میں چلو اور چاچی سے ملنے بلا جھجھک آؤ!"

"خدا حافظ!" شانزہ نے کہہ کر کال کاٹ دی اور موبائل بیڈ پر پھینک دیا۔

اس بات کو بھی بہت دن گزر گئے تھے اور وہ دن بھی آپہنچا جس کے لئے زمان نے بہت انتظار کیا تھا۔

زمان کی آواز آنے پر وہ نیچے اتری تھی۔

"جی زمان بھائی اور یہ کیا اتنی خراب حالت بنائی ہوئی ہے؟" وہ حیرانی سے اس کو دیکھ رہی

تھی جو پسینے سے شرابور باہر سے آیا تھا۔۔

"تھک گیا ہوں یار" وہ صوفے پر گرنے کے انداز میں بیٹھا۔ وہ واقعی تھکا ہوا تھا۔ جسے دسمبر کے مہینے میں پسینہ آرہا تھا وہ یقیناً بہت کام کر کے آ رہا ہوگا۔

"شادی ہے آج آپ کی! اب ایسا کریں تھوری دیر آرام کریں"

زمان کو کچھ یاد اٹھ کھڑا ہوا۔

"کیا تم میرے ساتھ بابا کے روم میں چلو گی؟"

شانزہ نے نا سمجھی میں ہامی بھری اور اس کے پیچھے چلتی ہوئی منہاج کے کمرے میں داخل ہوئی۔

<https://www.classicurdumaterial.com/>

"زمان بھائی شادی کا جوڑا تو پریس کروالیا تھا نا؟ آپ نے نہ مجھے دکھایا جوڑا اور نہ امان کو۔ وہ بار بار پوچھ رہے تھے"

<https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/>

"آؤ تمہیں دکھاؤں جوڑا!" معنی خیز انداز میں دیکھتا ہوا مسکرایا اور وارڈروب کی جانب بڑھا۔ وہ اس کے پیچھے ہوئی۔

وارڈروب کھول کر اس نے سامنے لٹکے جوڑا کو باہر نکالا۔

"یہ پہننے والا ہے تمہارا بھائی!"

شانزہ ٹھٹھکی۔ وہ منہاج کی شادی کی شیروانی تھی۔ شانزہ کا دل کانپ اٹھا۔

"میں آج بابا جیسا لگنا چاہتا ہوں! یہ دیکھو یہ واچ!" اس نے دراز میں رکھی واچ نکالی۔

"وہ تصویر جو میں نے اپنے کمرے میں لگوائی ہے، اس تصویر میں بابا اپنی شادی پر یہ واچ ہاتھ میں پہنے تھے! یہ واچ اتنی پرانی ہے کہ اب کام نہیں کرتی! میں اسے ٹھیک کرواؤں گا" وہ محبت سے اس واچ کو اپنے ہاتھوں میں گھما رہا تھا۔

"اگر یہ ٹھیک نہ ہو سکی تو؟" شانزہ دھیمابولی۔

"تو میں اس گھڑی کو ایسے ہی پہن لوں گا!" وہ دراز میں دیکھنے لگا۔

"آپ بہت اچھے ہیں زمان بھائی! میں واقعی نہیں جان سکتی کہ باپ کے بنا زندگی گزارنا کیسا تکلیف کا عالم ہوتا ہے! جو مجھ پر گزرا ہی نہیں میں وہ کیسے جان سکتی ہوں؟" وہ اعتراف کرتے ہوئے اس کی پشت کو تک رہی تھی۔

"میرا چہرہ کوئی پڑھنے کی کوشش تو کرے!" وہ اپنی کہہ رہا تھا۔ دراز نکال کر وہ بستر پر بیٹھا۔

"چہرے پر غم کے آثار بتا رہے ہیں تکلیف بہت ہے" وہ اس کے چہرے کے تاثرات جانچنے لگی۔ دراز میں جھانکتے زمان نے جھٹکے سے سر اٹھایا۔

"میرا چہرہ پڑھنا بند کرو" اسے گھورتا ہوا وہ پھر سے دراز میں ہاتھ ڈال کر کچھ ڈھونڈنے لگا۔

"کسی کی یاد آرہی ہے؟" وہ بستر کے دوسری سائڈ پر بیٹھی۔

"میں نے کہا نا! میرا چہرہ پڑھنا بند کرو شانزہ"

"مجھ سے چھپائیں گے اب آپ؟ کیا مجھ پر یقین نہیں؟"

لمحوں کی خاموشی پھیلی۔

"میری آنکھوں سے آنسو رواں ہو جائیں گے اگر میں نے نام لیا۔ مگر میں کیا کروں میں خود پر قابو

نہیں رکھ پارہا ہوں۔ میں بابا کو یاد کر رہا ہوں۔ میں ماما کے لئے تڑپ رہا ہوں" اس سے برداشت

نہ ہوا تو وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ "آج میرے اتنے بڑے دن میں میرے پاس ماں باپ نہیں! یہ وہ

دن ہے جس میں ماں اپنے تمام خواہشیں اور ارمان پورے کرتی ہے۔ یہ وہ دن جب باپ اپنے

بیٹے کو دیکھ کر سوچتا ہے کہ اس کا بیٹا کتنی جلدی بڑا ہو گیا۔ وہ اسے محبت سے دیکھتا ہے اور

رشک کرتا ہے۔ میں اس کمرے میں اپنی تسکین کے لئے آتا ہوں شانزہ! اس کمرے میں ماں

باپ کی موجودگی محسوس ہوتی ہے۔ سب ختم ہو گیا ہے شانزہ! میں کبھی کبھی سوچتا ہوں کہ

کتنا اچھا ہو گیا ہے نا کہ اب سب ٹھیک ہو گیا ہے؟ تم لوٹ آئی۔ میری کون سی نیکی کام آگئی

جو آج فاطمہ میرے نام ہونے جارہی ہے۔ امان اب ٹھیک ہو گیا ہے مگر ایسا نہیں ہے شانزہ!

میں اور امان کہیں نہ کہیں ادھورے ہیں! کہیں نہ کہیں خلا ہے ہماری زندگیوں میں۔ میں بابا

کو یاد کرنا چاہتا ہوں اور ماما کو سوچنا! خیر چھوڑو ان باتوں کو۔ دہرانے کا فائدہ نہیں! تم امان کو مت بتانا کہ میں بابا کی شیروانی پہن رہا ہوں! میں اسے سرپرائز دینا چاہتا ہوں!" وہ آخری بات کہتے ہوئے مسکرایا تھا۔

کیا شخص تھا وہ؟ روتے میں مسکرانا کوئی اس شخص سے جانے۔ درد دلوں میں چھپانے میں وہ ماہر تھا۔

"میں نے اس دراز سے بابا کی بہت سی چیزیں لے لی ہیں۔ اگر بابا اس وقت ہوتے تو وہ مجھے منع نہیں کرتے مگر یوں چوری کرتے ہوئے یہ ضرور کہتے کہ "زمان تم کبھی نہیں بدل سکتے!" وہ قہقہہ لگاتے اور مجھے اپنے سینے میں چھپالیتے اور میں ہر بار کی طرح کہتا "بابا مجھ سے کوئی پیار نہیں کرتا" تمہیں بتاؤں وہ کیا جواب دیتے؟ وہ کہتے "کوئی بات نہیں زمان! آپ کے بابا آپ سے بہت محبت کرتے ہیں"۔ مجھے میری ماں بھی بہت یاد آتی ہے شانزہ! میں رویا کرتا تھا نا تو وہ کہتی تھیں کہ "زمان ماما کو تکلیف ہو رہی ہے آپ رویا مت کریں!" شانزہ تم سوچتی ضرور ہوگی کہ میں غم میں ڈوبا ہوتا ہوں مگر آنسو نہیں بہتے؟ اس لئے کہ اگر میں رویا تو ماما کو تکلیف پہنچے گی! میں اب اللہ کے سامنے روتا ہوں! اپنے بھائی کے لئے! اپنے اہل خانہ کے لئے۔ اگر ماما ہوتی نا تو وہ بہت خوش ہوتیں! خوش تو بابا بھی بہت ہوتے مگر کہتے ہیں کہ ماں اپنے بیٹوں کی شادی کا ذکر کرتے ہوئے جھوم سی جاتی ہیں۔ ماما کو بیٹیاں بہت پسند

تھیں۔ تمہیں پتا ہے وہ اپنی "پرسنز" کہتی تھیں! وہ کہتی تھیں تم میری محبت ہو! " وہ آخری جملہ کہتے ہوئے ہنسا تھا۔

"میری محبت ہو۔۔۔ میں۔۔۔۔ ان کی محبت۔۔۔۔ تھا" آواز حلق میں پھنس گئی۔ شانزہ کے آنکھیں بھیک گئیں۔

"آپ کا بہت ظرف والے ہیں زمان بھائی۔"
زمان مسکرایا۔

"ہاں ہوں گا مگر تمہارے جتنا بڑا نہیں ہے میرا ظرف پتا ہے کیوں؟"

"کیوں؟" وہ حیران تھی۔
<https://www.classicurdumaterial.com/>

"اگر میں تمہارے جگہ ہوتا۔ پہلی بات ہوتا تو نہیں کیونکہ تم لڑکی ہو لیکن چلو فرض کر لیتے ہیں کہ اگر میں تمہاری جگہ ہوتا تو میں کبھی بھی امان کی جانب پلٹ کر نہیں آتا۔ اس شخص کی جانب تو بالکل بھی نہیں جس نے آپ سے نکاح زبردستی کیا ہو۔ جس کی وجہ سے آپ کے گھر والے آپ سے منہ پھیر گئے۔ تم کسی کو پسند کرتی تھی اور سب سے بڑی بات یہ کہ وہ تمہارا منگیترا بھی تھا۔ کچھ خواب تھے تمہارے جسے امان نے کچل دیئے۔ ہیں نا؟ وہ شخص جو تمہارا منگیترا تھا تمہیں اب بھی یاد آتا ہوگا۔ بہت کم سہی مگر یاد ضرور آتا ہوگا۔ اگر میں تمہاری جگہ ہوتا تو اسے کبھی معاف نہ کرتا۔ کبھی پلٹ کر نہ آتا۔ میں اسے تڑپتا چھوڑ دیتا! جب تم گئی تو

مجھے محسوس ہوا تھا کہ تم کبھی نہیں پلٹو گی۔ مگر میں تو اصل زندگی میں اس کا بھائی ہوں۔ میں اسے تڑپتا نہیں دیکھ سکتا اس لئے تمہارے واپس آنے کی دعائیں مانگتا رہا۔ لیکن اگر میں تمہاری جگہ ہوتا تو پلٹ کر ہی نہ آتا۔" شانزہ اسے غور سے سن رہی تھی۔ وہ بات بالکل سچی کیا کرتا تھا۔

"سچ کہتے ہیں آپ! مگر جو انہوں نے کیا وہ ہوش میں نہیں تھے۔ زبان بھائی؟ ایک بات کہوں آپ سے؟ برا تو نہیں مانیں گے؟" زبان نے نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا۔
"کہو" مسکرا کر اجازت دی۔

"انہیں نفسیات کا مسئلہ تھا۔ یہ بات آپ جانتے تھے کہ وہ نارمل نہیں تھے۔ آپ تو بھائی تھے نا! آپ نے علاج کیوں نہیں کروایا؟ جو بھی ہوا پہلے اس گھر میں اس سب سے ان کی شخصیت بہت متاثر ہوئی۔ انہوں نے ماضی کو حاوی کر لیا تھا خود کے اوپر! وہ پاگل ہو گئے تھے۔ انہیں علاج کی بہت زیادہ ضرورت تھی زبان بھائی! آپ نے کیوں نہیں دکھایا ان کو کسی ڈاکٹر کو؟" یہ وہ سوال تھا جسے شانزہ بہت عرصے سے پوچھنا چاہتی تھی۔
زبان سوچ میں پڑ گیا وہ ٹھیک کہہ رہی تھی۔

"تم ٹھیک کہتی ہو شانزہ! کچھ غلطیاں مجھ سے بھی ہوئی ہیں۔ وہ غلطیاں جس سے تمہاری زندگی بھی خراب ہو گئی تھی۔ وہ پہلے یہ بات کبھی قبول نہیں کرتا کہ اسے نفسیات کا مسئلہ ہے

ہاں مگر یہی بات وہ اب قبول کرتا ہے کہ ماضی میں اس کو نفسیات کا مسئلہ رہا ہے اور وہ اب پشیمان ہے۔ اپنی ہر غلطی پر۔ اسے ہونا بھی چاہئے۔ اس کو ساری زندگی یہ سوچ کر شرمندگی ہوگی کہ اس نے جو کیا غلط کیا۔ تمہارے معاف کرنے پر ایسا نہیں ہے کہ وہ مطمئن ہو گیا۔ وہ اب بھی شرمندہ ہے اور ساری زندگی اسے اس بات کا افسوس رہے گا کہ اس نے تمہارے ساتھ کیا کیا۔"

وہ خود بھی اعتراف کرتا تھا کہ اس سے بھی کچھ غلطیاں ہوئی ہیں جیسے امان کا علاج بہت پہلے کروادینا چاہئے تھا۔ کچھ چیزیں بہت پہلے ہی ٹھیک ہو جانی چاہئے تھیں۔ شانزہ نے نظریں جھکائیں۔ ایسا نہیں تھا وہ مجبوری میں آئندہ کی زندگی امان کے ساتھ گزار دے گی۔ اسے اپنے مجازی خدا سے محبت ہو چکی تھی۔ وہ صرف اس کی تھی، مگر یہ پچھتاوا بھی امان کے ساتھ رہنا ضروری تھا کہ اس نے جو کیا غلط کیا!

"باتیں پرانی ہو گئی ہیں زمان بھائی! اب تو سب ٹھیک ہے! میں بہت زیادہ خوش ہوں اب! بڑی خوشی کی بات یہ ہے میرے لئے کہ میں نے اپنے دل کی سنی! میرا دل یہی چاہتا تھا کہ میں لوٹ آؤں۔ تو کیا اتنے عرصے بعد بھی میں اپنی نہ سنتی؟ میں نے اپنی خواہش کا احترام امان کے پاس لوٹ کر کیا۔ اب سب ٹھیک ہے۔ خیر پتا ہے شام ہونے میں وقت کتنا کم رہ گیا ہے؟" آخر میں شانزہ نے وقت دیکھ کر اسے یاد دلایا۔

"وقت کم ہے اور کام زیادہ! چلو پھر میں یہ کپڑے پریس کرنے کلثوم کو دیتا ہوں اور یہ گھڑی بھی ٹھیک کروانی ہے۔ میں آج بہت خوش ہوں" اس نے دراز اٹھا کر وارڈروب میں دراز پھر سے لگائی۔ شانزہ اس کے ساتھ ہی کمرے سے باہر نکل آئی۔ زمان نے کمرے میں ایک بھرپور نظر دوڑائی اور ٹھنڈی سانس بھرتا نیچے ہولیا۔

"آج ہماری بیٹی رخصت ہو جائے گی جاوید! میرا دل گبھرا رہا ہے۔" صبور کھڑکی پاس کھڑے جاوید صاحب کے پاس آئیں اور پیچھے سے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"آج نہیں تو کل رخصت تو ہونا ہی ہے صبور!" وہ دھیمی آواز میں جواب دیا۔

"اگر اس خوشی میں عدیل بھی شامل ہوتا کتنا اچھا ہو جاتا نا؟" ان کے کندھے پر سر رکھ وہ کھڑکی سے باہر دیکھنے لگیں۔

"کس منہ سے آتا؟ کیا سامنا کر پاتا؟" ان کا لمحہ یک دم تلخ ہوا۔ صبور نے آنکھیں میچیں۔

"فاطمہ کو پارلر سے کب لینا ہے صبور؟"

"میں اس کو کال کر لیتی ہوں" وہ موبائل لینے بستر کی جانب بڑھیں۔

"سیاری مکمل ہے نا؟" جاوید صاحب نے آنکھوں میں آئی نمی کو ہاتھ سے صاف کیا۔ ان کی پیاری بیٹی رخصت ہونے جارہی تھی۔

"الحمد للہ ہو گئی ہے مکمل" صبور نے جواب دیا۔

جاوید صاحب کو پتا ہی نہ چلا کب ان کے آنسوؤں تیزی آگئی۔ وہ واشروم کی جانب بڑھ گئے۔

"ہمیشہ کی طرح بے انتہا خوبصورت!" امان چلتے ہوئے اس کے قریب آیا۔

اس نے گلابی رنگ کا شرارہ پہنا تھا۔ ہلکا لائٹ میک پارلر سے کروایا تھا۔ کانوں میں جمھکے اور گلے میں پتلی سی چین۔ وہ اس وقت خوبصورتی کا مجسمہ لگ رہی تھی۔

"آپ بھی بہت اچھے لگ رہے ہیں امان" سفید کرتا شلوار پر گہرا نیلا واسٹ کوٹ، نکھرا نکھرا چہرہ۔ وہ مدھم سا مسکرایا۔

"میں تو ہمیشہ اچھا لگتا ہوں" وہ اپنی ہی بات پر ہنسنے لگا۔ وہ بھی ساتھ ہنس دی۔

"اس میں واقعی کوئی شک نہیں امان!" محبت بھری نگاہیں امان کے چہرے پر سے ہٹنے کو تیار نہ تھیں مگر حیا جلد ہی آلیا۔

"نوازش آپ کی" امان نے شرارتی انداز میں کہا۔

یہ گہرا نیلا واسٹ کوٹ بھی منہاج کا تھا۔

شانزہ نے اس کا ہاتھ تھاما اور لبوں سے لگایا۔ امان متحیر ہوا۔ اس کی نظریں شانزہ کے اس انداز

پر اٹک گئیں۔ شانزہ نے اس کا ہاتھ چوم کر آنکھوں سے لگایا۔ اس بار یہ طریقہ شانزہ نے اپنایا

تھا۔ وہ اسے دیکھتا رہ گیا۔ اس کے اس انداز پر امان نے اس کے دونوں ہاتھوں کو باری باری

لبوں سے لگا کر آنکھوں پر رکھا تھا اور وہ اس سب میں صرف مسکراتی رہی۔

"کیا کوئی اللہ کا بندہ میری تعریف کرنا چاہے گا کیونکہ میں تیار ہو چکا ہوں" زمان کے کمرے سے آتی آواز پر وہ دونوں حیران ہوئے اور پھر ہنس دیئے۔

"آجائیں اب دلے کو بھی دیکھ لیتے ہیں ہم!" اس کا ہاتھ تھامتی ہوئی وہ آگے بڑھی۔ دونوں ساتھ زمان کے کمرے میں داخل ہوئے۔

جب زمان سنگھار میز سے پلٹا تو امان اسے دیکھ کر ٹھٹھک گیا۔ وہ ہو بہو منہاج بابا لگ رہا تھا۔ "تم نے بابا کی شیروانی پہنی ہے نا؟" لہجے میں حیرانی واضح تھی۔ زمان نے اثبات میں سر ہلایا۔ "بلکل"

"زمان بھائی! بہت اچھے لگ رہے ہیں ماشاء اللہ! تو کیا منہاج بابا کی گھڑی ٹھیک ہوئی؟" شانزہ نے نظروں سے اس کے کلائی میں بندھی گھڑی کی جانب اشارہ کیا۔ زمان نے گھڑی کو دیکھا اور سر جھٹکا۔

"نہیں ہوئی!"

کوئی شک نہیں تھا کہ وہ بہت ہینڈسم لگ رہا تھا۔ امان سے رہا نہیں گیا وہ اس کے قریب آکر اس کے گلے سے لگ گیا۔

"اللہ تمہیں خوش رکھے زمان! تم بہت اچھے لگ رہے ہو!" وہ اس کو سختی سے بھینچا ہوا تھا۔

"شانزہ! میرے لیے دعا کرنے والے اس شخص سے کہو کہ یہ بھی اپنے خوش رہنے کی دعا مانگے! کیونکہ اگر یہ خوش رہے گا تو میں بھی خوش رہوں گا!" امان نے اس کی کمر سہلا کر پیشانی چومی۔

شانزہ نے زیر لب آمین کہا تھا اور یہ بھی دعا کی تھی کہ اس کے اہل خانہ پر خوشیوں کا سایہ رہے!

"کتنے دنوں بعد نما کر آئے ہو شاید اس لئے زیادہ اچھے لگ رہے ہو" امان نے چھیڑا۔
 "ہر جگہ میرے راز مت کھولا کرو امان! اور آج اس گھر میں کسی کا اضافہ ہونے والا ہے اور میں نہیں چاہتا کہ اسے میرے اتنے گھٹیا راز پتا چلیں" وہ ہر چیز کو انجائے کرنے والا بندہ تھا۔ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ وہ آج صبح سے اب تک تیسری دفع نما چکا تھا اور اس بات کا علم امان کو تھا مگر وہ چھیڑنے سے باز نہیں آتا۔

امان کا قہقہہ بلند ہوا جبکہ شانزہ نے ہنسی قابو کرنے کے لئے منہ پر ہاتھ رکھا۔
 "اسے خود ہی پتا چل جائیں گے جب وہ تمہارے ساتھ رہے گی" ہنستا ہوا وہ زمان کے کپڑوں پر پڑتی سلوٹیں درست کرنے لگا۔

"بہت دیر ہو رہی ہے جلدی آجائیں۔ ماما کا فون آیا تھا کہ وہ پہنچ چکے ہیں ہال! اب ہمارا انتظار ہے"

"ہاں ہاں جلدی چلو" زمان آگے بڑھا۔

اس کے کمرے سے جانے کے بعد امان نے شانزہ کو دیکھا۔

"کتنی جلدی ہے نا اس بندے کو؟" امان کے یوں کہنے پر وہ مبہم سا مسکرائی۔

"زمان بھائی پیسے لوں گی میں! اسٹیج پر نہیں چڑھنے دوں گی اگر لفافہ نہیں ملا مجھے تو" زمان ٹھٹھکا۔

"پیسے؟" آنکھوں میں بلا کی حیرانی تھی۔

"جی پیسے" گاڑی میں پیچھے بیٹھی شانزہ نے سینے پر ہاتھ باندھا۔

گاڑی چلاتا امان نے بیک مرر سے مسکرا کر شانزہ کو دیکھا۔

"ارے ابھی دیتے ہیں پیسے! بہت پیسہ جیب میں! مگر جیب میری نہیں تمہارے شوہر کی ہے" کہتے ساتھ امان کی جیب ہاتھ ڈال کر ٹولنے لگا۔ امان نے روکنا چاہا لیکن چونکہ گاڑی چلا رہا تھا اس لئے کچھ کر نہ پایا۔ والٹ نکال کر زمان نے اسے پیچھے دے دیا۔

"یہ لو یہ پورے پورے پیسے میری طرف سے" شانزہ نے اس بندہ کو حیرانی سے دیکھا۔

"مگر یہ تو میرے شوہر کے پیسے ہیں" والٹ کھول کر وہ امان کے رکھے پیسے دیکھنے لگی۔

"مگر بھائی تو میرا ہے اس لئے اس نے میری طرف سے تمہیں پیسے دیئے!"

کیا تھیوری تھی۔ وہ تالی بجانے لگی۔

"اب مجھے لگ رہا ہے تم تالی بجا کر میری لوجک کی بے عزتی کر رہی ہو" زمان نے پیچھے مڑ کر اسے دیکھا۔

"مجھ سے بات مت کریں" وہ رخ موڑ کر منہ پھیر کر کھڑکی سے جھانکنے لگی۔ امان اس سب میں خاموش ہی رہا۔ ان کی باتیں انجائے کرتے ہوئے مسکراتا رہا۔ زمان نے ایک نظر شانزہ کو دیکھا جو روٹھ گئی تھی پھر امان کو دیکھا جو کندھے اچکا رہا تھا۔ ایک گہری سانس لے کر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ باقی راستہ خاموشی میں گزر گیا۔ خوبصورت اور شاندار بینکوئٹ کے سامنے گاڑی رکی تھی۔ وہ تینوں اترے۔ پیچھے دو تین گاڑیاں بھی رکیں جن میں گاڑتھے اور تحائف۔

لڑکی والوں کی طرف شور مچ گیا۔

"بارات آگئی" خوشیوں سے بھرپور آوازیں کانوں میں پڑنے لگیں۔ پھول نچھاور کئے گئے۔ سب کچھ بہت اچھا تھا۔ امان اس کے ساتھ چلتا ہوا اسٹیج کی طرف آیا۔ ہجوم نے ان کو گھیرا ہوا تھا۔ دلہن برائڈل روم میں تھی۔ زمان کو آج محسوس ہوا اس کی تمام خواہشات پوری ہو گئیں۔ اسٹیج پر چڑھنے کے لئے قدم رکھنے ہی لگا تھا کہ کچھ سوچ کر مڑا۔ اتنے بڑے ہجوم میں آنکھیں شانزہ کو ڈھونڈنے لگیں۔

امان نے اس کے یوں رک جانے پر اسے دیکھا۔

"شانزہ" وہ دور کھڑی خفا خفا سی اسے دیکھنے لگی۔ زمان نے پھر آواز دی۔ شانزہ نے اسے دیکھا۔

"جی؟" وہ وہیں سے دھیمی آواز میں بولی۔ زمان نے اسے وہیں سے آنے کا اشارہ کیا۔ مگر اس نے منع کر دیا اور نظریں پھیر لیں۔

زمان نے امان کو دیکھا جو ایک بار پھر کندھے اچکا رہا تھا۔

"تم اسٹیج پر چڑھو سب انتظار کر رہے ہیں۔ میں شانزہ کو دیکھتا ہوں"

"نہیں! وہ ناراض ہے مجھ سے! میں آتا ہوں" کہتے ساتھ ہیوم سے نکلتا اس کی طرف آیا۔ سب

مڑ کر دلے کو دیکھنے لگے۔ وہ میز کے ساتھ لگی کھڑی تھی۔ وہ دنگ رہ گئی۔ آج اس کا ایونٹ

تھا اور ان سب سے بیگانا ہو کر صرف اس کے لئے سب چھوڑ چھاڑ کر آ رہا تھا۔

"آؤ شانزہ ورنہ میں قسم کھا کر کہتا ہوں اپنی بہن کے بنا اسٹیج پر نہیں چڑھوں گا" وہ ضدی لہجے

میں بولا۔ شانزہ پل بھر کر کی۔ وہ اسے بالکل چھوٹی بہن کی طرح ٹریٹ کرتا تھا۔ وہ بس اسے

حیرت سے دیکھتی رہ گئی۔

"دیکھو نیگ لینا ہے تو جلدی سے چلو" اس کی بات پر شانزہ کھل اٹھی۔

وہ ہنستی ہوئی اس کے ساتھ چلنے لگی۔

اسٹیج ہر جا کر کھڑی ہو گئی اور ہاتھ آگے کیا۔

"اگر پیسے نہیں دیئے تو اسٹیج پر نہیں چڑھنے دوں گی!"

امان نے محبت سے دونوں کو دیکھا۔ وہ دونوں ہی اس کے تھے۔

زمان نے جیب میں سے لفافہ نکال کر آگے بڑھایا۔ پیسوں سے بھرا بھاری لفافہ شانزہ نے تھاما۔ سب لوگوں نے دیکھا تھا کہ وہ اپنی بہن کے لئے اسٹیج چھوڑ کر بڑھا تھا۔

"شانزہ بعد میں ہم آپس میں بانٹ لیں گے ٹھیک ہے؟" امان نت سرگوشی کی جیسے زمان نے آسانی سن لیا۔

"جی نہیں یہ میرے ہیں" وہ ادا سے رخ موڑ کر بولی۔ امان حیرت سے منہ کھول کر رہ گیا۔

"اب آسکتا ہوں اسٹیج پر؟" زمان نے اجازت مانگی۔

شانزہ نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا اور راستے سے ہٹ گئی۔ بات پیسوں کی نہیں تھی! بات خوشیوں کی تھی اور یہ بات شانزہ اور زمان دونوں جانتے تھے۔ وہ خاص طور پر اس کے لئے گھر سے لفافہ بنا کر آیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اپنا جوڑا سنبھالتی براڈل روم میں داخل ہوئی۔

اندر پہنچ کر اس کی نظریں فاطمہ پر ساکت ہوئی تھیں۔ جو لفظ لبوں سے آزاد ہوا وہ "خبصورت" تھا۔

"تم بھی بہت بہت زیادہ پیاری لگ رہ ہو شانزہ!" فاطمہ نے اسے سرتا پیر دیکھا اور مسکرا کر بولی۔

"نہیں مگر تم تو دلہن ہونا۔۔ تم بہت بہت بہت زیادہ خوبصورت لگ رہی ہو۔ قاضی صاحب پہنچنے والے ہیں۔ نکاح جلد شروع ہو جائے گا" شانزہ نے مسکرا کر اطلاع دی۔
فاطمہ کے رخسار سرخ ہوئے۔ حیا سے آنکھیں جھک گئی۔ یہ احساس بھی اچھا تھا۔
"رمشا کہاں ہے فاطمہ؟" اس نے ارد گرد نظریں دوڑائی۔

رمشا پیچھے سے برائڈل روم میں داخل ہوئی۔ فاطمہ نے نظروں سے رمشا کی طرف اشارہ کیا۔
"یہ رہی"

شانزہ نے پلٹ کر دیکھا تو اٹھ کر گلے لگ گئی۔

"کیسی ہو رمشا" رمشا نے ہاتھوں سے اسے گھیر لیا۔

"میں تو ٹھیک ہوں مگر تم بہت پیاری لگ رہی ہو شانزہ!" اس کی پیشانی چوم کر وہ محبت سے بولی رہی تھی۔

"مگر تم سے زیادہ نہیں" وہ مبہم سا مسکرائی "فاطمہ اس کے چہرے کی چمک کتنی بڑھ گئی ہے نا! اگلے مہینے منگنی جب سے طے پائی ہے محترمہ کی چمک کتنی بڑھ گئی ہے۔ ہے نا؟" وہ اسے چھیڑنے لگی۔ رمشا شرمائی۔ فاطمہ بھی ہنس دی۔

"شانزہ! زمان اسٹیج پر ہے؟" وہ لمبی گھنی پلکیں اٹھا کر پوچھنے لگی۔ شانزہ نے اسے دیکھا تو مسکرا دی۔

"تمہارے لئے تصویر کھینچ کر لاؤں؟"

فاطمہ نے مسکرا کر ہاں میں سر ہلایا۔

"بس ابھی لائی" کہہ کر باہر نکلی اور موبائل میں کیمرا کھول کر اسٹیج کے سامنے کھڑی ہوئی۔ امان اس کے بالکل برابر میں آکھڑا ہوا۔

"امان آپ بھی بیٹھ جائیں زمان بھائی کے ساتھ!"

"جو آپ کا حکم" سر جھکا کر کہتے ہوئے وہ اسٹیج پر چڑھ کر اس کے برابر میں آکر بیٹھ گیا۔

"تم بہت اچھے لگ رہے ہو امان" امان کے بیٹھتے ہی زمان نے اس کے کان قریب ہو کر سرگوشی کی۔

"جانتا ہوں میں! اور میں کب سے دیکھ رہا ہوں کہ تم بہت بول رہے ہو! کم بولو اور صرف مسکراؤ!" اسے تاکید کر کے وہ سامنے کیمرے میں دیکھنے لگا۔ ایک بہترین تصویر دونوں کی کھینچ کر اس نے دونوں کو رشک سے دیکھا تھا اور مسکراتی ہوئی چلی گئی۔

"تمہیں تو تمہاری بیوی بھاؤ نہیں دے رہی تاکید تو بڑھ چڑھ کر کر رہے ہو"

"تمہیں تمہاری بیوی بھی بھاؤ نہیں دے گی"

"زیر انسان دعا نہیں دے سکتے تو بدعا تو مت دو! میرا قاضی کب آ رہا ہے؟" وہ کتنا جلدی میں تھا! امان سوچ کر رہ گیا۔

"یہ قاضی 'تمہارا' کب سے ہو گیا؟" ہنسیوں اچکا کر اس کے پیچھے صوفے پر ہاتھ پھیلاتے ہوئے پوچھ رہا تھا

"جب نکاح میرا پڑھائے گا تو میرا ہی ہے نا؟" کیا لوجک تھی امان عیش عیش کر اٹھا۔ وہ ابھی جواب دینے لگا تھا کہ "قاضی صاحب" کے آنے کا شور مچ گیا۔

نکاح آمنے سامنے بٹھا کر ادا نہیں کیا گیا تھا۔ فاطمہ کا بڑائیڈل روم میں اسباب و قبول کروا کر اسٹیج پر زمان کی طرف آئے تھے۔

قاضی صاحب کے منہ سے نکلے ہر لفظ پر زمان مسکرا رہا تھا۔ اس کو اچھا لگا تھا جب اس کا نکاح پڑھاتے وقت اس کا نام منہاج کے نام کے ساتھ جوڑا تھا۔ تینوں دفع "قبول ہے" اس نے دل کی گہرائیوں سے ادا کیا تھا۔ تو آخر کار وہ ایک دوسرے کے ہو چکے تھے۔ تھوڑی دیر بعد فاطمہ کو اسٹیج پر اس کے برابر میں لا بٹھایا تھا۔ دل میں اب ایک نیا احساس تھا۔ نئے جذبات تھے۔ وہ اس کی تھی یہ احساس بھی اچھا تھا۔

"اچھے لگ رہے ہیں آپ" اس نے سرگوشی کی۔

"مگر آپ کے منہ سے 'آپ' اچھا نہیں لگ رہا"

فاطمہ کی حیا سے پلکیں جھلکیں۔

"ویسے آپ کیسی لگ رہی ہیں یہ بات میں آپ کو ابھی نہیں بتاؤں گا! ساری باتیں ابھی کریں گے تو گھر جاکر ایک دوسرے کی شکلیں دیکھیں گے کیا؟"

فاطمہ اس کی باتوں پر ہنسی تھی اور وہ اس کے کھلکھلاہٹ میں کھو گیا تھا۔ ہاں یہ احساس بھی اچھا تھا۔

وہ اسے زمان کے باہر بٹھا گئی تھی۔ پھولوں سے سجا اور مہکتا ہوا کمرہ اسے اپنا اسیر کر گیا۔ لمبی گہری سانس لے کر اس نے ہوا میں چھوڑی تھی۔

تھوڑی دیر گزری تھی کہ زمان دروازہ کھٹکھٹا کر اندر داخل ہوا۔ فاطمہ سمٹی۔ دروازہ بند کر کے وہ اس کے قریب بیٹھ گیا۔

"اسلام علیکم" جھک کر سلام کیا۔

"وعلیکم" فاطمہ نے نظریں جھکا کر جواب دیا۔ کچھ دیر یونہی دیکھنے کے بعد زمان نے اس کا ہاتھ پکڑا اور دیکھنے لگا۔ مہندی سے سجا نازک ہاتھ اور انگلیوں میں پہنی انگھوٹیاں۔

"اتنی ساری انگھوٹیاں؟ یہ تو انگھوٹیوں کا دارا خلافت لگ رہا ہے" وہ کہنے سے باز نہیں آیا تھا۔ فاطمہ نے ایک نظر اسے دیکھا اور ایک نظر اپنے انگھوٹیوں سے سجے ہاتھ کو۔

"کیوں کیا ہوا؟" وہ معصومیت سے اپنے ماتھے پر پریشانی کے بل بناتے ہوئے پوچھنے لگی۔ "نہیں کچھ نہیں بس یہ ساری انگھوٹیاں اتار دو"

فاطمہ کا دل حلق میں آگیا۔

"کیوں زمان؟" اسنے دھیمی آواز سے پوچھا۔

"مجھے انگھوٹی پہنانی ہے کہاں پہناؤں گا؟" نگاہیں فاطمہ کے چہرے کا طواف کرنے لگیں۔

"ہاں مگر یہ دیکھو پورے چار انگلیاں خالی ہیں اس میں پہنادو!"

زمان مسکرا کر اسے دیکھنے لگا۔ اس کی نظریں اپنے چہرے پر محسوس کیں تو نگاہیں بے اختیار سجدہ ریز ہو گئیں۔ رخسار لال ہو گئے۔

"یہ رخسار میری وجہ سے لال ہوئے ہیں یا پارلر والی نے کر کے بھیجا ہے؟" وہ موقع دیکھے بغیر

ہی زچ کرنا شروع کر دیتا تھا۔ کیوں نہ کرتا؟ یہی تو اس کا پیشہ تھا۔ امان ٹھیک کہتا تھا اگر

زمان کو کسی انٹرویو کے لئے بلایا جائے تو اس کی سی وی میں تعلیم کے حصے میں لکھنا چاہئے

تھا "لڑکا صرف زچ کرتا ہے!"

"کیا تمہیں تعریف نہیں کرنا آتی؟"

"کیا تم چاہتی ہو میں جھوٹ بولوں؟"

فاطمہ کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"شادی کیوں کی تھی؟" وہ روہانسی ہو گئی۔

"یاد ہے تم نے ایک دفع میرے کھانے کا بل بھرا تھا۔ ہاں وہ بات الگ ہے کہ آگے بھی

کھانے کا بل تم نے ہی ادا کرنا ہے لیکن اس دن والا احسان میں نے تم سے شادی کر کے

چکا دیا" وہ یہ بات کتنی آرام سے کر گیا تھا۔ فاطمہ کی آنکھوں میں دو موٹے موٹے آنسو اڑ آئے۔
زمان نے اسے حیرانی سے دیکھا۔ وہ فاطمہ سے اس چیز کی توقع نہیں کر رہا تھا۔

"تم رو رہی ہو؟" وہ دنگ ہی رہ گیا تھا۔ فاطمہ نے کچھ جواب نہ دیا۔

"یا خدایا میں نے اپنی بیوی کو پہلی رات ہی رلا دیا۔ دیکھو ایسا نہیں ہے فاطمہ! بھلا احسان کون
اس طرح چکاتا ہے؟ ہاں وہ بات الگ ہے میں تم سے زیادہ اچھا ہوں، ہینڈ سسم ہوں! مگر اس کا
مطلب نہیں ہے تم مجھے اپنے سے کمتر سمجھو۔۔ میں نے محبت کی ہے یار" وہ اس بہلا رہا تھا
یا سلگا رہا تھا۔ فاطمہ کا دل چاہا کہ اس کی دھنائی کر دے۔

"تم یہ کیا کہے جا رہے ہو مجھے رونا آ رہا ہے" فاطمہ پھر سے روہانسی ہو گئی۔

"اظہارِ محبت کر رہا ہوں اور کیا کر رہا ہوں؟" زمان جھنجھلایا۔

"کیا تمہیں یہ بھی نہیں آتا؟"

"یار تم سے پہلے کسی لڑکی سے اتنی باتیں بھی نہیں کی نا"

"مجھ سے بھی نہ کرو" وہ اپنا شرارہ سنبھالتی غصے سے اٹھنے لگی۔

"آج تم بہت اچھی لگ رہی ہو فاطمہ! ہال میں میری نظریں تمہارے چہرے کا طواف کرنے
لگی تھیں۔ میرا دل چاہتا ہے کہ یونہی صبح شام تمہیں اپنے سامنے بٹھا کر تکتا رہوں! جب میں
پہلی بار تم سے ملا تھا تو ایسا نہیں تھا کہ اسی وقت محبت ہو گئی تھی۔ مگر اس کے بعد سے ہر

ملاقات میں مجھے تم سے محبت ہوتی رہی اور بڑھتی تھی " وہ اظہارِ محبت کر رہا تھا۔ وہ متحیر ہوئی اور بیڈ پر بیٹھتی چلی گئی۔

"میرے اندر تمہارے لئے اتنے جذبات تھے کہ میں تمہاری طرف سے خوفزدہ ہونے لگا تھا۔ مجھے لگا کہ تم اس منہوس تابش کی وجہ سے انکار نہ کرو" اس نے زیر لب تابش کو گالی بھی دی تھی۔ فاطمہ کا دل چاہا وہ ہنس دے۔ مگر وہ اسے کہنے سے روکنا نہیں چاہتی تھی۔

"مجھے اچھا لگا تھا جب میرے زخمی ہونے پر تم روئی تھی۔ سنا تھا چلا بھی رہی تھی۔ مانا کہ بھیانک آواز میں رو رہی تھی مگر رو تو میرے لئے رہی تھی" وہ اس کی پتلی سریلی آواز کو بھیانک کہہ رہا تھا فاطمہ کو برا نہیں لگا۔ وہ بس اسے دیکھتی رہی کیونکہ وہ اسے دیکھتے رہنا چاہتی تھی۔

"مجھے محبت کا احساس فاطمہ زہرا نے دلایا ہے" فاطمہ کو اپنے نام کے آگے اس کا نام بے حد خوبصورت لگا۔ وہ اس کی ہو چکی تھی۔ وہ اس کی ہی ہونا چاہتی تھی۔ ایک شخص جس

کے پاس دولت تھی خوشیوں کی! مسکرانے کی! وہ اس بندے کو اپنا چاہتی تھی کیونکہ اسے مضبوط شخص چاہئے تھا۔ زندگی ایک سی نہیں رہتی۔ راستے میں کئی موڑ ہیں۔ سرکیں اونچی نیچی ہیں۔ اسے ہر قسم کے وقت میں زہرا جیسا شخص چاہئے تھا۔ جو زندگی انجائے کرنا والا بندہ تھا۔

اللہ کے حضور جھکتا کیونکہ اسی کی طرف پلٹا دیئے جائیں گے۔ جس کے آنسو اس کے وارڈروب

میں رکھی جائے نماز میں جذب تھے۔ وہ جو صرف اپنے رب کے سامنے ہی روتا تھا۔ کوئی بھی

وقت چاہے دکھ کا ہی کیوں نہ ہو لیکن زہرا کے چہرے ہر ہمیشہ مسکراہٹ سچی رہتی تھی۔ وہ

تو ہر غم کو بھی ہنس کر جھیلتا تھا۔ اسے وہ شخص چاہئے تھا۔ اسے اس شخص کو اپنا کرنا تھا ہر حالت میں! اور وہ آج اس کا ہو کر سامنے بیٹھا تھا۔ وہ آبدیدہ ہو گئی تھی۔

"میری زندگی میں کچھ ادھورا سا ہے۔ خلا ہے۔ مجھ میں اور میرے بھائی میں۔ مگر میرے بھائی کو دیکھنے والی شانزہ ہے۔ وہ اس سے اتنی محبت کرتا ہے کہ اس کے سامنے پگھل جاتا ہے۔ مگر مجھ میں باقی ہے ابھی ادھورا پن!"

"میں سنبھال لوں گی تمہیں" وہ جذب سے بولی تھی کہ جیسے ہاں میں کر سکتی ہوں۔
 "کیوں سنبھالو گی تم؟ تمہیں اس لئے نہیں لایا کہ مجھے ٹھیک کر دو! تم سے محبت کی ہے
 تیمارداری کیوں کرواؤں گا؟ تم اپنی زندگی میرے ساتھ جیو! میرے زندگی میں موجود خلا بھی بھر
 جائے گی بس تمہارے ساتھ کی ضرورت ہے۔ ٹھیک میں خود ہو جاؤں گا!" اس کا ہاتھ تھام کر
 تھپکنے لگا۔

زمان نے ایک ایک کر کے اس کی انگھوٹیاں اتاریں۔ جیب سے لال ڈبی نکال کر اسے کھولا۔
 اندر موجود رنگ جس کے اوپر چمکتا ہیرا لگا تھا اس کے انگلی میں پہنادی۔
 "میں چاہتا ہوں تمہارے ہاتھ میں موجود صرف میری دی گئی انگھوٹی چمکے! یہ دنیا بہت بڑی ہے
 فاطمہ! ہم دیکھیں گے اس دنیا کو! گھومیں گے مگر اللہ سے دوری کبھی بھی نہیں ہوگی۔ ہم
 دھنک کے رنگوں میں رنگ جائیں گے مگر قدرت کو نہیں بھولیں گے۔ زندگی کا مزہ لیں گے مگر

زندگی دینے والے کو نہیں بھولیں گے۔ کبھی میں بٹھکنے لگا تو میرا ہاتھ تھام کر کھینچتے ہوئے مجھے سیدھی راہ پر لے آنا۔ میں تمہارے ساتھ اپنی زندگی گزارنا چاہتا ہوں! میں تمہیں وہ مقام دینا چاہتا جو اسلام نے ایک عورت کو دیا ہے۔ میں محبت تم پر تمام کرنا چاہتا ہوں۔ میں روز اظہار کروں گا تم سے کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں کیونکہ محبت اظہار مانگتی ہے۔ ہو سکتا ہے ہم پر برا وقت بھی آئے کیونکہ وقت ایک سا نہیں رہتا! مگر ہم ایک دوسرے کا ہاتھ نہیں چھوڑیں۔ ہم ایک دوسرے کے ہو گئے ہیں اب ایک دوسرے کے ہی رہیں گے۔ میرے باپ نے اپنی ڈائری میں لکھا تھا کہ عورت پر ہاتھ اٹھانے سے پہلے یہ سوچ لینا وہ کسی کے آنگن میں کھلنا والا پھول تھی جسے بیاہ کر تم لے آئے۔ میں نے ان کے لکھے ہر لفظ کو محسوس کیا ہے دل پر۔ میں اپنی جوانی میں اپنے ہر ہر عمل سے اپنے بچوں کا نصیب لکھوں گا۔ میں بھی لکھوں گا ڈائری! ہم دونوں لکھیں گے ڈائری۔۔۔ ہاں مگر کچھ باتیں چھپالوں گا۔ ایسا نہ ہونے میری ڈائری پڑھ کر سوچیں کہ ان کا باپ کتنا بڑا کمینہ تھا اور کیسے وہ اپنے بھائی کے پیسے کھاتا تھا" فاطمہ اس کے آخری جملے پر ہنس دی۔ وہ بھی مسکرا دیا۔ وہ ساتھ ساتھ ہنسا بھی رہا تھا۔

"میں انہیں بتاؤں گا مجھے محبت کیسے ہوئی۔ میں انہیں بتاؤں گا کہ محبت کیسے ہوتی ہے۔ اپنوں سے! اللہ نہ کرے کہ وہ اپنوں کی جدائی دیکھیں جیسے میں نے اپنے ماں باپ اور تم نے اپنی بھائی کی دیکھی۔ ہم اپنے بچوں کے لئے بہترین سبق چھوڑ کر جائیں گے۔ ہم اس ڈائری میں نفرت نہیں لکھیں گے۔ صرف محبت کا قیام ہوگا اس ڈائری میں۔ میں لکھوں گا میرے

بھائی نے کب کب میرا ساتھ دیا۔ مجھے اپنے بھائی سے کتنی محبت ہے۔ تم بھی لکھنا اپنی زندگی کے بارے میں مگر اس میں کسی کے لئے نفرت نہ لکھنا! کل کو ہو سکتا ہے ہمارے بچوں کو بھی ان سے نفرت ہو جائے۔ میں ان سے اپنی ڈائری چھپا دوں گا۔ میں نہیں چاہتا وہ اپنی زندگی اپنے باپ اور اسکے باپ کا ماضی کنگھالنے میں گزار دیں۔ ہم اپنوں سے محبت کریں گے۔ ہم محبت بانٹیں گے۔ کچھ برا لگے تو کبھی تم درگزر کر دینا! کبھی میں درگزر کر دوں گا۔ میں اپنے اہل خانہ کو جنت میں اپنے ساتھ دیکھنا چاہتا ہوں"

وہ دل موہ لینے والی باتیں کرتا تھا۔ اس کی باتوں کے سحر میں فاطمہ مکمل کھو چکی تھی۔ محبت ہو چکی تھی۔

"میں اپنی شادی کی پہلی رات اپنے شوہر سے اس بات کا عہد لیتی ہوں کہ میں اس کا ساتھ صرف اپنی موت پر چھوڑوں گی۔ میں اس سے یہ کہنا چاہتی ہوں کہ وہ بے فکر رہے۔ اسے کچھ نہیں ہو سکتا جب تک اس کی بیوی اس کے ساتھ ہے۔ وہ اسے زندگی کے ہر میدان میں اس کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑی ملے گی۔ زندگی کے کسی حصے میں وہ مشکل کا سامنا کرتے ہوئے تنہا نہیں ہوگا۔"

زمان نے اپنا دل اسے دے دیا۔ محبت اس پر تمام کر دی۔ وہ اسے محبت سے دیکھنا لگا۔ وہ اس کی تھی یہ احساس بھی اچھا تھا۔

"زمان"

"جی" وہ محبت سے بولا۔

"آج کی رات میں صرف تمہیں سننا چاہتی ہوں!" اس نے زمان کا ہاتھ مضبوطی سے تھاما۔
 "کیا سناؤں؟"

"یہ بھی نہیں بتایا تم نے کہ یہ تمہارے بابا کے نکاح کی شیروانی ہے" اس نے محبت بھرا شکوہ کیا تو وہ بے اختیار ہنس دیا۔ اسے شانزہ نے بتادیا تھا اس جوڑے کے بارے میں۔
 "میں جاننا چاہتی ہوں ایک کہانی" وہ کچھ دیر توقف سے بولی۔
 "کہانی؟" وہ سمجھا نہیں۔

"ایک خوبصورت سی لڑکی ماہ نور کی اور ایک بکھرے شخص منہاج کی۔ سمیع دادا کی اور ان کی بیوی کی۔ ایک رکھوالے معظم صاحب کی! اس گھر میں موجود ایک ایک شخص کی!" اس کے لہجے میں صدق تھی۔

"تم تھک جاؤں گی سنتے سنتے" وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتا ہوا بولا۔
 "تھکوں گی تو نہیں ہاں مگر ابھی بیٹھے بیٹھے ضرور تھک گئی ہوں۔ آؤ کھڑکی کے پاس! کھڑے ہو کر داستان سنانا۔ میں اسے سننا چاہتی ہوں۔ کہانی جاننا چاہتی ہوں" وہ اٹھ کر زمین پر کھڑی ہو گئی۔ زمان نے اس کا ہاتھ تھاما اور کھڑی کے جانب لے آیا۔ وہ اس کے برابر کھڑی ہوئی اور باہر جھانکنے لگی۔

"مجھے شاہ منزل کی اوپر موجود کمروں کا راز جاننا ہے۔ مجھے دس سال کے بچے کی ڈائری تمہارے منہ سے سننی ہے۔ میں جاننا چاہتی ہوں کہ دس سال کا بچہ کس لمحے کس موڑ کیوں بکھرا ٹوٹ کر؟" اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بہت لگاؤ سے کہا تھا۔ وہ بے یقین کھڑا تھا۔ کیا وہ اسے سننا چاہتی تھی؟ یعنی وہ دن رات بولتا بھی رہے گا تو بھی سنتی رہے گی۔

وہ اس کا شوہر تھا اور وہ اس کی بیوی۔ اس کی اطاعت اس پر فرض کر دی گئی تھی۔ وہ اپنا فرض اچھے سے نبھانا چاہتی تھی۔ اس نے فاطمہ کا لمس اپنے ہاتھ پر محسوس کیا۔ وہ اس کا ہو گیا۔

"اس گھر میں بہت سالوں سے گھاٹیوں کا اندھیرا تھا۔ ایسے میں ایک لڑکا۔۔۔" وہ اسے کہانی سنارہا تھا۔ وہ سن رہی تھی کیونکہ وہ سننا چاہتی تھی۔ اس گھر میں جہاں اندھیروں کا بسیرا تھا اب خوشیوں کا راج تھا۔ منہاج اور ماہ نور کی یادیں رہ گئی تھیں۔ منہاج مجنوں تھا اور ماہ نور اس کی لیلیٰ۔ اس نے ایک بار ڈائری میں تاکید کی تھی کہ محبت کی دنیا کے بے تاج بن جاؤ اور دونوں ہی بھائی اپنے باپ کی باتوں پر عمل کر رہے تھے۔ گھر کے دو کمروں کی بتیاں جلی ہوئی تھیں۔ ایک امان اور شانزہ کی بھی تھی۔ ڈھیر ساری باتیں جو نہ ختم ہونے والی تھیں وہ دونوں ہی ایک دوسرے سے کر رہے تھے۔ اسے اب بھی پچھتاوا تھا اپنے کئے کا جو اسے نہیں کرنا چاہئے تھا۔ وہ امان تھا۔ جو صرف اسکا تھا۔ وہ شانزہ تھی جو صرف امان کی شانزہ تھی۔ خوشیاں رنگ بکھیرتے ان کے گھر میں داخل ہو گئی تھی اور وہ اس سب میں سما گئے تھے۔

(ختم شد)



<https://www.classicurdumaterial.com/>

Support@classicurdumaterial.com

<https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/>